سلسلہ
مواعظ حسنہ نمبر ۱۰

منازلِ سلوک

(قرآن پاک کی روشنی میں)

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

کتب خانہ مظہری
گلشن اقبال ۲، پوسٹ بکس ۱۱۱۸۲
کراچی فون ۳۶۸۱۱۲-۳۹۹۲۱۷۶

سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۱۰

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

ناشر

کتب خانہ مظہری

گلشنِ اقبال ۲ پوسٹ بکس ۱۱۱۸۲
کراچی فون ۳۶۸۱۱۲ ۳۹۹۲۱۷۶

انتساب

احقر کی جملہ تصانیف وتالیفات درحقیقت مرشدنا ومولانا محی السنۃ
حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم اور حضرت اقدس
مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت اقدس
مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبتوں کے فیوض
وبرکات کا مجموعہ ہیں۔

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

نام وعظ = منازلِ سلوک

واعظ = عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

جامع ومرتب = سید عشرت جمیل میر

ناشر = کتب خانہ مظہری

ابتدائیہ

ری یونین کے احباب کی دعوت پر اس سال ماہ اگست ۱۹۹۲ء میں مرشدنا و مولٰنا عارف باللہ حضرت اقدس شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم نے ری یونین کا دوسرا سفر فرمایا۔ اس سے قبل ۱۹۸۹ء میں حضرت والا کا سفر ہوا تھا۔ دونوں اسفار سے مخلوق خدا کو بہت نفع ہوا، خواص کو بھی اور عوام کو بھی اور خصوصاً اس سفر میں بہت لوگ مستفید ہوئے۔ بہت سے علماء اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہوئے اور بہت سے دُنیا داروں کی زندگی میں انقلاب آگیا۔ بہت سے لوگوں نے چہرہ پر سُنّت کیمطابق داڑھیاں رکھ لیں، ظاہری وضع قطع بھی درست ہوگئی اور جابجا حضرتِ والا کے مواعظ اور ذکر کی مجلسوں سے ری یونین مَطلعِ انوار بن گیا اور حضرت ملا علی قاریؒ کا یہ قول کہ ؎

لَوْمَرَّ وَلِیٌّ مِنْ اَوْلِیَاءِہٖ بِبَلْدَۃٍ لَنَالَ بَرَکَۃَ مُرُوْرِہٖ اَھْلُ تِلْکَ الْبَلْدَۃِ

عینی مشاہدہ میں آگیا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور حضرت والا کی زندگی صحت کاملہ و عافیت کاملہ اور عظیم الشان خدمات دینیہ کے ساتھ مدت طویلہ تک دراز فرمائیں اور اس مے خانۂ محبت و معرفت کا فیض قیامت تک جاری رہے ؎

خدا رکھے مرے ساقی کا مے کدہ آباد
یہاں پہ عشق کے ساغر پلائے جاتے ہیں

(جامع)

ری یونین کی مجلس علماء المرکز الاسلامی کی دعوت پر شہر

LA PLAINE PES PALMISTES

میں ۲۲، اگست ۱۹۹۲ء کو محضرِ علماء میں حضرت والا دامت برکاتہم کا وعظ تجویز تھا۔ یہ نہایت پُرفضا مقام ہے چاروں طرف سبزہ زار اور بلند و بالا سبز پوش پہاڑوں کے سلسلے نہایت جاذبِ نظر ہیں۔ موسم بھی معتدل اور خوش گوار تھا۔ حضرتِ والا نے کار سے ان مناظر کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ دُنیائے فانی جب اتنی حسین ہے تو جنت کیسی ہو گی اس لیے ان کو دیکھ کر یہ دُعا مانگو اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْجَنَّۃَ وَمَا قَرَّبَ اِلَیْھَا وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ النَّارِ وَمَا قَرَّبَ اِلَیْھَا۔ ان مناظر پر تو زلزلہ آنے والا ہے اور یہ فنا ہونے والے ہیں اس لیے وہ جنت مانگو جو ہمیشہ باقی رہے گی اور جس کی شان ہے مَا لَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ۔

وعظ کا انتظام جناب نجیب صاحب نے کیا تھا اور ان کے بھائی جناب یوسف آدم صاحب کے مکان پر علماء حضرات تشریف لا چکے تھے۔ مکان کے بڑے کمرے میں ایک کرسی بچھا دی گئی تھی جس پر بیٹھ کر حضرت والا نے وعظ فرمایا جو تقریباً گیارہ بجے شروع ہوا اور پونے دو بجے تک جاری رہا اور جیسا کہ حضرت اقدس کے وعظ کا خاصہ ہے سامعین پر وجد طاری تھا اور دل اللہ کی محبت سے لبریز تھے اور پونے تین گھنٹے کے بعد بھی لوگوں کے دل نہیں بھرے تھے اور بعض علماء نے احقر سے فرمایا کہ حضرت کے بیان سے دل نہیں بھرتا اور جی چاہتا ہے کہ بیان جاری رہے۔

؎ سیری نہیں ہوتی نہیں ہوتی نہیں ہوتی
اے پیرِ مغاں اور ابھی اور ابھی اور

وعظ کا موضوع تو اصلاح و تزکیۂ نفس اور محبتِ الٰہیہ تھا لیکن حضرتِ والا نے تصوف کے بعض مسائل اور اہم مقاماتِ سلوک کو قرآن پاک کی آیات سے مدلل فرمایا جس سے علماء بہت محظوظ ہوتے کیوں کہ آج کل بعض اہلِ ظاہر تصوف کو شریعت

اور سنت سے علیحدہ کوئی چیز قرار دیتے ہیں اس لیے حضرتِ والا تصوف کو قرآن و حدیث سے مدلل کر کے پیش فرماتے ہیں جس سے تصوف کے بارے میں غلط فہمی رکھنے والے بعض حضرات کو ہدایت ہو گئی۔

یہ وعظ احقر نے ری یونین ہی میں ٹیپ سے نقل کر لیا تھا اور آج اس کی تبییض و ترتیب مکمل ہونے کے بعد کراچی میں طباعت کے لیے دیا جا رہا ہے۔ احادیثِ مبارکہ اور عربی شروح وغیرہ کے حوالے بین القوسین درج ہیں اور اس کا نام منازلِ سلوک قرآنِ پاک کی روشنی میں تجویز کیا گیا ہے حق تعالیٰ شرفِ قبول عطا فرمائیں اور اس کو امتِ مسلمہ کے لیے نافع فرمائیں اور حضرتِ والا کے لیے ناقل و مرتب کے لیے اور جملہ معاونین کے لیے قیامت تک کے لیے صدقہ جاریہ و سببِ نجات بنا دیں آمین!

یَارَبَّ الْعَالَمِیْنَ بِحُرْمَةِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالتَّسْلِیْمُ

جامع و مرتب

احقر محمد عشرت جمیل عفا اللہ عنہ

یکے از خدام حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

۲۹ ؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ

۲۵ ؍ نومبر ۱۹۹۲ء ۔ بروز بدھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی اَمَّا بَعۡدُ
فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَاذۡکُرِ اسۡمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلۡ اِلَیۡہِ تَبۡتِیۡلًا ۝ رَبُّ الۡمَشۡرِقِ
وَالۡمَغۡرِبِ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ فَاتَّخِذۡہُ وَکِیۡلًا ۝ وَاصۡبِرۡ عَلٰی
مَا یَقُوۡلُوۡنَ وَاہۡجُرۡہُمۡ ہَجۡرًا جَمِیۡلًا ۝

سورۃ مزمل شریف کی آیات آپ کے سامنے تلاوت کی گئیں۔ ان کی تفسیر ان شاء اللہ بعد میں عرض کروں گا پہلے کچھ متفرقات آپ لوگوں کے طرز دعوت پر پیش کر رہا ہوں۔ اصلی کھانا آپ لوگ بعد میں لاتے ہیں پہلے یخنی پیش کرتے ہیں، پھر سموسہ لا دیا پھر چٹنی لا دی پھر کوئی اور چیز پیش کر دی۔ بعضے لوگ جو واقف نہیں ہیں وہ یہی پاپڑ وغیرہ زیادہ کھا جاتے ہیں اور جب اصلی بریانی آتی ہے تو کہتے ہیں یا حسرتا علی بریانی ہائے افسوس اس بریانی پر ہمیں بتایا ہی نہیں کہ یہ بعد میں آتی ہے یہاں ایک دعوت میں ایسا ہو چکا ہے اور وہ صاحب بھی یہاں موجود ہیں۔ یخنی پاپڑ وغیرہ کو میں یہ سمجھا کہ یہاں کا یہی کھانا ہوگا بھوک لگی تھی جلدی جلدی کھا لیا۔ بعد میں عمدہ بریانی لائے تو ہم نے بزبان حال کہا یَا لَیۡتَنِیۡ اَکَلۡتُ قَلِیۡلًا یعنی اے کاش میں نے تھوڑا کھایا ہوتا تو یہ بریانی

زیادہ کھاتا۔ بہرحال متفرقات پیش کرتا ہوں اور جیسا کہ ابھی عرض کیا ان آیات کی تفسیر ان شاء اللہ تعالیٰ بعد میں عرض کروں گا اور اس کا تعلق تمام تر تصوف اور تزکیۂ نفس سے ہوگا کیوں کہ میرا مقصد حاضری اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحیح اور قوی تعلق ہو جاتا ہے کہ جن کا تعلق ضعیف ہے ان کا قوی ہو جائے اور جن کا قوی ہے ان کا اقویٰ ہو جائے اور آپ لوگوں کے صدقہ اور طفیل میں اللہ تعالیٰ احقر کو بھی محروم نہ فرمائیں۔

حضرت والا ہردوئی کا ایک واقعہ

نمبر ایک یہ ہے کہ اس وقت کی ٹھنڈک معتدل اور پسندیدہ ہے اس وجہ سے ہیٹر کو بند کرا دیا گیا۔ اس پر مجھے ایک واقعہ یاد آیا کہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کے ساتھ جدہ سے حرم شریف جانے کیلئے میں کار میں بیٹھا خوب گرمی اور لُو تھی اور موٹر چلانے والے میرے شیخ کے خلیفہ انجینئر انوار الحق صاحب تھے حضرت نے فرمایا جلدی سے ایئر کنڈیشن چلا دو۔ ایئر کنڈیشن چلا دیا گیا لیکن کار میں ٹھنڈک نہیں آئی تو حضرت نے فرمایا کہ کیا وجہ ہے تمہارا ایئر کنڈیشن کچھ ناقص ہے ٹھنڈک کیوں نہیں آرہی تو انوار الحق صاحب نے کہا کہ شاید کار کا کوئی شیشہ کھلا ہوا ہے جس سے خارجی گرمی آرہی ہے۔ دیکھا تو میری ہی طرف کا شیشہ تھوڑا سا کھلا ہوا تھا۔ میں نے جلدی سے شیشہ بند کر دیا اور تھوڑی دیر میں پوری کار ٹھنڈی ہو گئی گرمی اور لُو سے حفاظت ہو گئی حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نے اس پر ایک عجیب بات فرمائی جو قابلِ وجد ہے

مقصدِ حیات

جس کو اللہ ہدایت دیتا ہے تو عالم اور کائنات کا ہر ذرہ اس کے لیے ہدایت کا ذریعہ بن جاتا ہے کیوں کہ خالقِ کائنات پوری کائنات اس کی ہدایت پر صرف فرماتے ہیں کہ مقصدِ حیات اور مقصدِ کائنات لِیَعْبُدُوْنَ ہے جس کی تفسیر علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے لِیَعْرِفُوْنَ سے کی ہے معلوم

ہُوا کہ پوری کائنات کو زمین اور آسمان سُورج اور چاند دریا اور پہاڑ کو ہماری تربیت اور حصولِ معرفت اور زیادتِ معرفت اور تکمیلِ معرفت کے لیے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور کائنات کا مقصد بزبانِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرما دیا۔

اِنَّ الدُّنْیَا خُلِقَتْ لَکُمْ وَاِنَّکُمْ خُلِقْتُمْ لِلْاٰخِرَۃِ

ساری دُنیا تمہارے لیے بنائی اور تم کو ہم نے اپنے لیے بنایا تو عالم کا ذرہ ذرہ تمہارے لیے ہماری نشانی ہے۔

عالم علم سے ہے اور علم کے معنی ہیں نشانی۔ عالم کو عالم اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کا ذرہ ذرہ اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے۔

آثارِ جذب

جگرؔ کے استاد حضرت اصغر گونڈوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کی ہدایت کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کے بال بال کان بن جاتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی آواز دل میں سنتا رہتا ہے کہ تم ہمارے ہو۔

ہم تمہارے تم ہمارے ہو چکے
دونوں جانب سے اشارے ہو چکے

اس کے بال بال کان بن جاتے ہیں۔ اصغر گونڈویؒ فرماتے ہیں۔

ہمہ تن ہستی خوابیدہ مری جاگ اُٹھی
ہر بن مو سے مرے اس نے پکارا مجھ کو

میری سوئی ہوئی غفلت کی زندگی جاگ اُٹھی، میرے ہر بال سے اس نے مجھے آواز دی کہ کہاں سویا ہوا ہے، اُٹھ ہمیں یاد کر۔ اسی کا نام جذب ہے اَللّٰہُ یَجْتَبِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ جس کو اللہ تعالیٰ جذب فرماتے ہیں تو اصغر گونڈوی فرماتے ہیں

کہ اس کو اپنے دل میں جذب کے آثار محسوس ہوتے ہیں کہ کوئی ہم کو یاد کر رہا ہے ہمیں کوئی بلا رہا ہے اپنی یاد کے لیے آہ! ایک شاعر کا شعر یاد آیا۔

کوئل کا دور دور درختوں پہ بولنا
اور دل میں اہلِ درد کے نشتر گھنگھولنا

نشتر اس چاقو کو کہتے ہیں کہ جس کو ڈاکٹر آپریشن کرتے وقت چلاتا ہے اور سارا مواد نکال دیتا ہے تو کوئل کی آواز سے بھی خدا کے عاشقوں کے دل میں ایک تڑپ پیدا ہوتی ہے۔ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ جب کوئل "کو" کہتی ہے تو اس میں اشارہ ہے "کہ او کہاں ہے وہ اللہ، کوئل بھی تلاش میں ہے وہ بھی اپنی آواز میں اللہ تعالیٰ کو تلاش کر رہی ہے۔ اس لیے اس کی عجیب آواز ہے۔

کوئل کا دُور دُور درختوں پہ بولنا
اور دل میں اہلِ درد کے نشتر گھنگھولنا

نشتر پر ایک بات یاد آئی۔ گورنر عبدالرب نشتر شاعر بھی تھے اور پاکستان کے صوبہ پنجاب کے گورنر بھی تھے۔ جگر صاحب ان سے ملاقات کرنے گئے۔ شاعر ذرا ایسے ہی رہتے ہیں، بال بکھرے ہوئے، الول جلول، کپڑے بھی میلے۔ دروازہ پر جو دربان تھا اس سے کہا کہ میں نشتر صاحب سے ملنا چاہتا ہوں۔ دربان نہیں کیا پہچانتا۔ اس نے کہا کہ بھاگ جاؤ تمہارا مُنہ ہے کہ تم گورنر عبدالرب نشتر سے ملو گے۔ یہ منہ اور مسور کی دال۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ منہ اور مسور کی دال جو مشہور ہے یہ محاورہ صحیح نہیں ہے۔ حقیقت میں محاورہ یوں تھا کہ یہ مُنہ اور منصور کی دار، یعنی تمہارا مُنہ کہاں کہ دارِ منصور پر چڑھ جاؤ اور خُدا پر جان دے دو۔ اس کا حوصلہ اور ہمت بڑے خاص لوگوں کو ہوتی ہے۔ یہ منہ اور منصور کی دار بگاڑ بگاڑ کر دیہاتیوں نے مسور کی دال بنا دیا

ورنہ صرف مسور کی دال میں ایسی خصوصیات نہیں ہیں کہ جس کے لیے کوئی خاص منہ ہونا چاہیے

خیر جب پولیس نے ملانے سے انکار کیا تو جگر صاحب نے جلدی سے جیب سے کاغذ نکالا اور اس پر کچھ لکھ کر کہا کہ یہ پرچہ عبدالرب نشتر کو دے دو۔ وہ پولیس والے جگر صاحب کو نہیں پہچانتے تھے۔ دیہاتی خوش کیا سمجھے کہ موتی کیا چیز ہے۔ موتی کی قدر جوہری جانتا ہے

اہلِ اللہ کی ناقدری کرنا علامت بدبختی ہے

اسی طرح اللہ والوں کی قدر ہر ایک کو نہیں ہوتی ہر ایک کو پتہ نہیں کہ وہ کیا ہیں۔ جن کی چشم بصیرت بے نور ہے وہ تو یہی سمجھتے ہیں کہ میرے بھی ایک ناک ہے، اس اللہ والے کے بھی ایک ناک ہے، دو آنکھیں میرے ہیں دو ان کے ہیں، ہم بھی آدمی ہیں وہ بھی آدمی ہیں۔

ہمسری با انبیاء برداشتند
اولیاء را ہمچو خود پنداشتند

بصیرت کے اسی اندھے پن سے بدقسمت لوگوں نے انبیاء کی برابری کا دعویٰ کیا اور اولیاء کو اپنا جیسا سمجھا۔

اشقیاء را دیدۂ بینا نبود
نیک و بد در دیدہ شاں یکساں نمود

بدبخت لوگوں کو دیدۂ بینا نہیں دیا جاتا، انہیں تو نیک و بد ایک جیسے نظر آتے ہیں خوش قسمت لوگ پہچاننے والے پیدا ہوتے ہیں جو اللہ والوں کو پہچان لیتے ہیں۔

اہلِ طلب کی شان

مولانا رومیؒ سے جب شمس الدین تبریزیؒ نے کہا کہ میں کچھ نہیں ہوں تو فرمایا کہ آپ لاکھ زبان سے کہیے کہ میں کچھ نہیں ہوں لیکن مجھ سے اپنے آپ کو آپ نہیں چھپا سکتے پھر یہ شعر مولانا

رومیؒ نے شمس الدین تبریزیؒ کی شان میں پڑھا۔

بوئے مے را گر کسے مکنوں کند
چشمِ مست خویشتن راچوں کند

اگر شراب پی کر کوئی اس کی بو کو الائچی اور پان کھا کر چھپا دے لیکن ظالم اپنی مست آنکھوں کو کہاں سے چھپائے گا۔ اللہ تعالےٰ جس کو اپنی محبت کی شراب راتوں کی تنہائیوں میں پلا دیتے ہیں۔ وہ دن میں اپنی آنکھوں کو کہاں چھپا سکتا ہے۔ فرمایا کہ آپ کی آنکھیں بتاتی ہیں کہ آپ صاحب نسبت ہیں۔ جب مجنوں اپنی لیلیٰ کی قبر کی مٹی سونگھ کر بتا سکتا ہے کہ یہاں لیلیٰ ہے جب کہ اس کو علم بھی نہیں تھا کہ لیلیٰ کو کہاں دفن کیا گیا ہے۔ اس سے خاندان والوں نے چھپایا تھا کہ کہیں پاگل قبر کھود کر لیلیٰ کو نکال نہ لے لیکن جب اس کو کئی مہینے کے بعد محلّے کے بچّوں سے پتہ چلا تو اس نے پورے قبرستان کی ایک ایک قبر کی مٹی کو سونگھا۔ جب لیلیٰ کی قبر کی مٹی اس نے سونگھی تو اس نے اعلان کیا کہ یہیں لیلیٰ ہے اور اس نے صحیح خبر دی۔

اب مولانا رومیؒ فرماتے ہیں۔

ہمچو مجنوں بو کنم ہر خاک را
تا بیابم نورِ مولیٰ بے خطا

مثل مجنوں کے میں بھی ہر جسم کی مٹی کو سونگھتا ہوں اور جس مٹی کے اندر میرا مولیٰ ہوتا ہے تو میں اس مٹی میں اپنے مولیٰ کے نور کو محسوس کر لیتا ہوں اور یقین سے بتا دیتا ہوں کہ یہ شخص اللہ والا ہے۔ اگر مجنوں لیلیٰ کی مٹی کو سونگھ کر بتا سکتا ہے کہ یہاں لیلیٰ ہے تو جو مولیٰ کے عاشق ہیں مولیٰ کے مجنوں ہیں وہ بھی ہر جسم کی مٹی کو سونگھتے ہیں ان کی باتیں سنتے ہیں اور چند منٹ میں بتا دیتے ہیں کہ اس کے دل میں مولیٰ ہے۔

تو خیر ظالم نے شعر بھی عبدالرب نشتر کو کیا لکھا۔

ع نشتر سے ملنے آیا ہوں میرا جگر تو دیکھ

عبدالرب نشتر پرچہ دیکھتے ہی سمجھ گئے یہ جگر صاحب مرادآبادی ہیں۔ ننگے پیر دوڑتے ہوئے آئے اور بہت معافی مانگی اور کہا کہ یہ دروازہ پر جو جاہل بیٹھا ہے یہ آپ کو کیا جانے؟

جگر مرادآبادی کی توبہ کا واقعہ

یہاں پر ایک بات یاد آئی۔ آہ! جب اللہ تعالیٰ ہدایت کا دروازہ کھولتا ہے تو جگر جیسا شرابی توبہ کرتا ہے۔ میر صاحب جو میرے رفیق سفر ہیں انہوں نے جگر کو دیکھا ہے۔ اتنا پیتا تھا یہ شخص کہ دو آدمی اٹھا کر اس کو مشاعرہ میں لے جاتے تھے مگر ظالم کی آواز ایسی غضب کی تھی کہ مشاعرہ ہاتھ میں لے لیتا تھا لیکن جب ہدایت کا وقت آیا تو دل میں اختلاج شروع ہوا، گھبراہٹ شروع ہوئی کہ اللہ کو کیا منہ دکھاؤں گا جب ہدایت کا وقت آیا تو دل کو پتہ چل گیا کہ کوئی ہمیں یاد کر رہا ہے۔

ع محبت دونوں عالم میں یہی جا کر پکار آئی
جسے خود یار نے چاہا اسی کو یادِ یار آئی

حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ تابعی ہیں، فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ مجھ کو یاد فرماتے ہیں تو مجھ کو پتہ چل جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے یاد فرما رہے ہیں۔ خادم نے پوچھا کہ اس کی کیا دلیل ہے؟ فرمایا کہ دلیل قرآن پاک کی ہے فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ تم مجھ کو یاد کرو میں تم کو یاد کروں گا۔ جب میں اس وقت ان کو یاد کر رہا ہوں تو یقیناً وہ مجھ کو یاد فرماتے ہیں بہرحال جب جگر صاحب کو اللہ نے جذب فرمایا تو اس کے آثار ظاہر ہونے لگے۔

سُن لے اے دوست جب ایام بھلے آتے ہیں
گھات ملنے کی وہ خود آپ ہی بتلاتے ہیں

اہلِ اللہ کی تلاش علامتِ جذبِ حق ہے

جس کی قسمت اچھی ہوتی ہے اس کے دل کو اللہ تعالیٰ بے شمار راہوں سے جذب فرماتے ہیں اپنے ملنے کی گھات وہ خود ہی بتلاتے ہیں، خود اس کے دل میں ڈالتے ہیں کہ ہم اس طرح ملیں گے، یہ کرو، یہ نہ کرو۔ اللہ والوں کے پاس جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کے جذب کی پہلی علامت یہ ہوتی ہے کہ اس کو اللہ والوں کی تلاش شروع ہو جاتی ہے۔ جو منزل کا عاشق ہوتا ہے اسے رہبر منزل کی تلاش کی توفیق ہوتی ہے اور جو شخص رہبر منزل کی تلاش سے محروم ہے وہ منزل کے عشق سے غافل ہے اور اسے منزل کی طلب نہیں ہے۔ اسی لیے حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو مجدد الملت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اکابر خلفاء میں سے تھے، فرمایا کرتے تھے۔

ان سے ملنے کی ہے یہی اک راہ
ملنے والوں سے راہ پیدا کر

اللہ تعالیٰ سے ملنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ جو اللہ سے ملے ہوتے ہیں اُن سے راہ و رسم پیدا کرو، تعلق قائم کرو۔

غرض اب جگر صاحب کی ہدایت کا آغاز ہو رہا ہے، نقطۂ آغازِ ہدایت اس شعر سے ہوا۔

اب ہے روزِ حساب کا دھڑکا
پینے کو تو بے حساب پی لی

یعنی اب دل دھڑک رہا ہے کہ قیامت کے دن اللہ کو کیا جواب دوں گا کہ

ظالم میں نے شراب کو حرام کیا تھا اور تو اس قدر پیتا تھا۔ تجھے شرم بھی نہ آئی کہ مجھے قیامت کے دن پیش ہونا ہے۔ پس فوراً خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوبؒ سے مشورہ لیا کہ خواجہ صاحب آپ کیسے اللہ والے ہو گئے، کس کی صحبت نے آپ کو ایسا متبعِ سُنّت بنادیا۔ آپ تو ڈپٹی کلکٹر ہیں۔ ڈپٹی کلکٹر اور گول ٹوپی اور لمبا کرتا اور عربی پاجامہ اور ہاتھ میں تسبیح، میں نے تو دُنیا میں کہیں ایسا ڈپٹی کلکٹر نہیں دیکھا۔ یہ آپ کی ٹر کس نے نکالی اے مسٹر! فرمایا کہ تھانہ بھون میں حکیم الامتؒ نے یہ ٹر نکال دی، مسٹر کی ٹر کو مس کر دیا۔ تو کہا کہ کیا مجھ جیسا شرابی بھی تھانہ بھون جاسکتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ میں تو وہاں بھی پیوں گا کیوں کہ اسکے بغیر میرا گذارہ نہیں۔ خواجہ صاحبؒ تھانہ بھون پہنچے اور کہا کہ جگرؔ صاحب اپنی اصلاح کے لیے آنا چاہتے ہیں لیکن کہتے ہیں کہ میں خانقاہ میں بھی بغیر پیئے نہیں رہ سکتا۔

اہل اللہ کی عالی ظرفی

حضرتؒ ہنسے اور فرمایا کہ جگرؔ صاحب سے میرا سلام کہنا اور یہ کہنا کہ اشرف علی ان کو اپنے مکان میں ٹھہرائے گا خانقاہ تو ایک قومی ادارہ ہے اس میں تو ہم اجازت دینے سے مجبور ہیں لیکن ان کو میں اپنا مہمان بناؤں گا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکان میں جب کافر کو بھی مہمان بناتے تھے تو اشرف علی ایک گنہگار مسلمان کو کیوں مہمان نہ بنائے گا جو اپنے علاج اور اصلاح کے لیے آرہا ہے۔ جگرؔ صاحب نے جب یہ سُنا تو رونے لگے اور کہا کہ آہ! ہم تو سمجھتے تھے کہ اللہ والے گنہگاروں سے نفرت کرتے ہوں گے لیکن آج پتہ چلا کہ ان کا قلب کتنا وسیع ہوتا ہے۔ بس تھانہ بھون پہنچ گئے اور عرض کیا کہ حضرت اپنے ہاتھ پر توبہ کرا دیجئے اور چار باتوں کے لیے دُعا کر دیجئے۔ سب سے پہلے تو یہ کہ میں شراب چھوڑ دوں، پُرانی عادت ہے۔

چھٹتی نہیں ہے مُنہ سے یہ کافر لگی ہوئی

مگر اللہ تعالیٰ کے کرم سے اب چھوٹنے کا ارادہ کرلیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے تو بڑے سے بڑا گناہ، پُرانے سے پُرانا گناہ آدمی چھوڑ دیتا ہے اور اگر گناہ نہیں چھوڑ رہا ہے تو سمجھو کہ اسے ابھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے جذب نہیں ہے، یہ ابھی نفس و شیطان کی آغوش میں ہے دشمن کی گود میں ہے اور دوسری درخواست دُعا یہ کی کہ مجھ کو حج نصیب ہو جائے، تیسری درخواست کی کہ میں داڑھی رکھ لوں اور چوتھی درخواست کی کہ میرا خاتمہ ایمان پر ہو۔ حضرتؒ نے دُعا فرمائی۔

جگر صاحب تھانہ بھون سے واپس آئے تو شراب چھوڑ دی توبہ کرلی شراب چھوٹنے سے بیمار ہو گئے۔ قومی امانت تھی، زبردست شاعر تھا۔ ڈاکٹروں کے بورڈ نے معائنہ کیا اور کہا کہ جگر صاحب آپ کی موت سے ہم لوگ بے کیف ہو جائیں گے، آپ قوم کی امانت ہیں لہٰذا تھوڑی سی پی لیا کیجئے تاکہ آپ زندہ تو رہیں۔ جگر صاحب نے کہا کہ اگر میں تھوڑی تھوڑی پیتا رہوں گا تو کب تک جیتا رہوں گا؟ ڈاکٹروں نے کہا کہ پانچ دس سال اور چل جائیں گے۔

جگر صاحب کا عاشقانہ جوابؒ

فرمایا کہ دس سال کے بعد اگر میں شراب پیتے ہوئے اس گناہِ کبیرہ کی حالت میں مروں گا تو اللہ کے غضب اور قہر کے سائے میں مروں گا اور اگر ابھی مرتا ہوں جیسا کہ آپ لوگ مجھے ڈرا رہے ہیں کہ نہ پینے سے تم مر جاؤ گے تو میں اس موت کو پیار کرتا ہوں، ایسی موت کو میں عزیز رکھتا ہوں کیوں کہ اگر جگر کو شراب چھوڑنے سے موت آئی تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سائے میں جاؤں گا کیوں کہ یہ موت خدا کی راہ میں ہوگی کہ میرے بندے نے ایک گناہ چھوڑ دیا، اس غم میں یہ مرا ہے، میری نافرمانی چھوڑنے کے غم میں اسے موت آئی

ہے، میرے قہر و غضب کے اعمال چھوڑنے میں میرے بندہ نے جان دی ہے، یہ شہادت کی موت ہے۔ لہٰذا جگر صاحب نے پھر شراب نہیں پی اور بالکل اچھے ہو گئے جب بندہ گناہ چھوڑنے کی ہمت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی مدد فرماتے ہیں، فضل اور رحمت فرماتے ہیں، گناہ کے مزہ کا نعم البدل دیتے ہیں یعنی اپنی محبت کو اس کے قلب میں تیز کر دیتے ہیں۔

؎ نعم البدل کو دیکھ کے توبہ کرے گا میرؔ

جو لوگ گناہ چھوڑتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو گناہ کی حرام لذت کے مقابلہ میں اپنی محبت کی حلال مٹھاس اور اپنے قرب کی لذت غیر محدود سے نوازتا ہے۔ وہ ارحم الراحمین ہیں، ان کے راستہ میں جو غم اٹھائے گا بھلا اس کو انعام نہ ملے گا!

غرض جگر صاحب نے شراب چھوڑ دی اور جب حج کو جانے لگے تو داڑھی پوری ایک مشت رکھ لی۔ سوچا کہ اللہ کو کیا منہ دکھاؤں گا اور روضۂ مبارک پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا منہ لے کر جاؤں گا۔ داڑھی رکھنا لوگوں کو بڑا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ داڑھی رکھنے کے لیے اگر کسی سے کہیے تو پہلے ہی مولوی صاحب سے ناراض ہو جائے گا۔ اگر وظیفہ بتائیے کہ یہ پڑھ لو تو تجارت میں برکت ہو جائے گی، یہ پڑھ لو بیماری چلی جائے گی، یہ پڑھ لو تو اولاد میں برکت ہو گی خوب پڑھے گا۔ وظیفے پڑھنے کے لیے شوق سے تیار ہو جاتے ہیں لیکن گناہ چھوڑنے کی ہمت کم لوگ کرتے ہیں۔

غرض جگر صاحب نے داڑھی بھی رکھ لی۔ اللہ والوں کی صحبت سے بڑے بڑے فاسق ولی اللہ ہو جاتے ہیں۔ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں۔

؎ گر تو سنگ خارا و مرمر بوی

اگر تم پتھر ہو تمہارے اندر اعمال صالحہ کا سبزہ اُگانے کی کوئی صلاحیت نہیں ہے لیکن

؎ گر بصاحب دل رسی گوہر شوی

اگر اہل دل کی صحبت تمہیں مل جائے گی تو موتی بن جاؤ گے۔ خود مولانا رومیؒ کو دیکھ لیجئے کہ جامع المعقول والمنقول تھے، بڑے عالم تھے، بادشاہ کے نواسے تھے، بڑے بڑے علماء اُن کے شاگرد تھے جو ان کے پیچھے پیچھے چلتے تھے لیکن شمس الدین تبریزیؒ کے ہاتھ پر جب بیعت کی تو ان کا بستر سر پر رکھ کر جنگل جنگل اُن کے پیچھے پیچھے پھرتے تھے اور فرماتے تھے۔

؎ ایں چنیں شیخے گدائے کو بہ کو
عشق آمد لاابالی فاتقوا

میں اتنا بڑا شیخ تھا لیکن آج خدا کی محبت میں شمس الدین تبریزیؒ کا بستر لیے گلی در گلی پھر رہا ہوں مگر اس کا انعام یہ ملا۔

؎ مولوی ہرگز نہ شد مولائے رومؒ
تا غلام شمس تبریزی نہ شد

میں ملا جلال الدین تھا لیکن مولائے روم کب بنا؟ شمس الدین تبریزیؒ کی غلامی کے صدقہ میں۔

اللہ والوں کا اکرام اللہ تعالیٰ کا اکرام ہے

مشکوٰۃ شریف کی روایت ہے کہ جس نے اللہ والا سمجھ کر اللہ کی نسبت سے کسی بندہ کی محبت وعزت کی اس نے دراصل اپنے رب کا اکرام کیا۔ کیونکہ وہ نسبت اللہ کی ہے۔ مَا اَحَبَّ عَبْدٌ عَبْدًا لِلّٰہِ اِلَّا اَکْرَمَ رَبَّہٗ عَزَّوَجَلَّ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۲۷ باب الحب فی اللہ) اور جس نے اللہ والوں کی اہانت کی اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ گستاخی کی اور وعدہ ہے جزا موافق عمل کا

جَزَآءً وِّفَاقًا پس جس نے اہل اللہ کی اہانت کی اس کو دُنیا میں بھی ذلت ملی اور جس نے ان کا اکرام کیا اللہ تعالیٰ اس کو دُنیا میں بھی اکرام دیتا ہے۔

حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہماری اور مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ اور مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کی عزت پہلے قوم میں ایسی نہیں تھی جیسی بعد میں حضرت حاجی صاحبؒ کی نسبت سے اور حاجی صاحبؒ کی غلامی کے صدقہ میں عطا ہوئی اور قوم میں اللہ تعالیٰ نے ہم کو چمکایا۔ مگر عزت کی نیت سے اہل اللہ سے تعلق نہیں جوڑنا چاہیے بلکہ اللہ کے لیے جوڑنا چاہیے۔ پھر جو کچھ اللہ تعالیٰ دے دیں ان کی مرضی چاہے اسم باطن کی تجلی ڈال دیں اور ہم کو گمنام کردیں اور چاہے اسم ظاہر کی تجلی ہم پر کرکے ہمیں مشہور کردیں۔ اپنے کو مرضیٔ خداوندی کے حوالے کرنا چاہیے۔ اپنی طرف سے تجویزِ شہرت صحیح نہیں۔

دیکھئے جگرؔ جیسے شرابی کو ایک اللہ والے کی دُعا لگ رہی ہے شراب چھوڑ دی کہ جس حیات سے خالقِ حیات ناراض ہو جس زندگی سے خالقِ زندگی ناراض ہو وہ زندگی موت سے بدتر ہے، جانور سے بدتر ہے، سُور اور کتے سے بدتر ہے، اللہ تعالیٰ نے عقل دی ہے آپ خود فیصلہ کرلیجئے کہ جو اپنے مالک کو ناراض کرکے جیتا ہے وہ جانور سے بدتر ہے یا نہیں۔ جانور سُور اور کتا مکلف نہیں ہے۔ اسے پتہ ہی نہیں کہ ہم کس مقصد کے لیے پیدا ہوئے ہیں لیکن ہمیں اللہ نے عقل دی ہے۔ اگر ہم عقل رکھتے ہوئے، مکلف ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو ناراض کرتے ہیں تو اللہ کے غضب اور قہر سے بھی ہوشیار ہوجائیں اللہ کے حلم سے غلط فائدہ نہ اٹھائیں کہ وہ تو غفور رحیم ہیں معاف کردیتے ہیں، نہیں پکڑتے۔ جب انتقام آئے گا تو پھر ہماری ساری چکربازیاں اور ساری مکربازیاں اور تمام حیلہ و مکر کے ٹاٹ میں اللہ آگ لگا دیتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے

کے انتقام کا انتظار نہ کرو، پہلے ہی جلدی سے اصلاح کرلو۔ جلدی سے جان کی بازی لگادو۔ ہمت کرلو کہ ہمیں جان دینا ہے مگر گناہ نہیں کرنا ہے جان دینا ہے مگر اللہ تعالیٰ کو ناراض نہیں کرنا ہے، جان دینا ہے مگر نظر سے کسی عورت کو نہیں دیکھنا ہے۔ ان ننگی عورتوں کو نہ دیکھنے سے اگر جان بھی نکل جائے تو ہم آپ جان دے دیں کیوں کہ وہ جان بہت مبارک جان ہو گی جو خدا کی راہ میں نکل جائے لیکن میں کہتا ہوں کہ اللہ میاں جان نہیں لیں گے۔ آدھی جان لیں گے اور سو جان عطا فرمائیں گے۔

نیم جاں بستاند و صد جاں دہد
انچہ در وہمت نیاید آں دہد

مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر مجاہد و سالک کو مجاہدہ سے نیم جان کر دیتے ہیں۔ مشقت و غم میں تھوڑا سا مبتلا ہوتا ہے، حسرت کرتا ہے کہ آہا کیسی حسین شکل تھی لیکن کیا کریں اللہ تعالیٰ نے غضِ بصر کا نہ دیکھنے کا حکم دیا ہے۔

حفاظتِ نظر سے حلاوتِ ایمانی ملتی ہے

اس غم کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے بزبان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم حلاوتِ ایمانی کا وعدہ کیا ہے کہ ہم تمہیں ایمان کی مٹھاس دیں گے اِنَّ النَّظَرَ سَہْمٌ مِّنْ سِہَامِ اِبْلِیْسَ مَسْمُوْمٌ مَنْ تَرَکَہَا مَخَافَتِیْ اَبْدَلْتُہٗ اِیْمَانًا یَجِدُ حَلَاوَتَہٗ فِیْ قَلْبِہٖ (کنز العمال صفحہ ۲۲۸ جلد ۵) تم بصیرت کی حلاوت کے لیے اپنی بصارت کی ناجائز مٹھاس کو قربان کر دو۔ علامہ ابن قیم جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس نے اپنی آنکھوں کو حسینوں سے بچایا تو گویا بصارت کی حلاوت اس نے اللہ پر فدا کی۔ اس کے بدلے میں بصیرت یعنی قلب کی حلاوت اللہ تعالیٰ اس کو دیتا ہے اور کیونکہ اللہ تعالیٰ باقی ہیں تو ان کی حلاوت بھی باقی ہو گی۔ اس کے برعکس حسینوں کو دیکھنے سے

دل تڑپتا ہی رہتا ہے۔ ایک عالم نے حضرت حکیم الامت تھانوی کو لکھا کہ حضرت مجھے نگاہ ڈالنے کی طاقت تو ہے لیکن نگاہ ہٹانے کی طاقت ہی نہیں رہتی۔ حضرت نے جواب دیا کہ آپ پڑھ لکھ کر اور خصوصاً فلسفہ پڑھ کر ایسی بات کرتے ہیں کیوں کہ قدرت تو ضدین سے متعلق ہوتی ہے یعنی جو کام کر سکے اس کو نہ بھی کر سکے یہ قدرت کہلاتی ہے۔ اگر کسی کو رعشہ ہے، ہر وقت اس کا ہاتھ ہل رہا ہے تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس کو ہاتھ ہلانے کی قدرت ہے کیوں کہ روک نہیں سکتا۔ یہ ہاتھ ہلانے کی طاقت نہیں کہی جائے گی بلکہ بیماری کہی جائے گی۔ ہاتھ ہلانے کی طاقت و قدرت یہ ہے کہ ہاتھ کو ہلا بھی سکے اور نہ بھی ہلا سکے، جب چاہے روک لے۔ لہٰذا جب آپ کو نظر ڈالنے کی طاقت ہے تو معلوم ہوا کہ ہٹانے کی بھی طاقت ہے، جب نظر ڈال سکتے ہو تو ہٹا بھی سکتے ہو پھر انہوں نے دوسرا خط لکھا کہ جب نظر بچاتا ہوں تو دل پر بڑی چوٹ لگتی ہے، حسرت و غم پیدا ہوتا ہے کہ ہائے نہ معلوم اس کی کیسی شکل ہوگی، اس میں کیا کیا حُسن کے نکتے ہوں گے نہ جانے کیسی آنکھیں ہوں گی کیسی ناک ہوگی۔ نہ دیکھنے سے دل پر ایک زخم لگتا ہے۔ حضرت حکیم الامت نے ان سے ایک سوال کیا کہ یہ بتائیے کہ نہ دیکھنے سے دل کو کتنی دیر تک پریشانی رہتی ہے اور دیکھنے کے بعد کتنی دیر تک پریشانی رہتی ہے۔ تب انہوں نے لکھا کہ نہ دیکھنے سے چند منٹ حسرت رہتی ہے اس کے بعد قلب میں حلاوت محسوس ہوتی ہے اور اگر دیکھ لیتا ہوں تو تین دن تین رات اس کے ناک نقشہ کا تصور دل کو تڑپاتا رہتا ہے تو حضرت نے فرمایا کہ اب آپ خود فیصلہ کر لیجئے کہ بہتر گھنٹے کی مصیبت ہے یا چند منٹ کی۔ بس پھر خط آیا کہ حضرت توبہ کرتا ہوں۔ بات سمجھ میں آگئی۔ ایک اور صاحب نے لکھا کہ میں حسینوں میں اللہ تعالیٰ کی تجلیات کا مشاہدہ کر کے معرفت حاصل کرتا ہوں کیوں کہ یہ حسین تو آئینۂ جمالِ خداوندی ہیں۔ حضرت نے تحریر فرمایا کہ ان کا آئینہ

جمالِ خداوندی ہونا میں تسلیم کرتا ہوں لیکن یہ آتشیں آئینے ہیں جن کو دیکھنے سے آگ لگ جاتی ہے۔ تمہارا ایمان جل کر خاک ہو جائے گا۔

جگر صاحب نے دوسری دُعا کرائی تھی سنت کے مطابق داڑھی رکھنے کی۔ پھر داڑھی رکھ لی اور حج کر آئے۔ بمبئی آکر آئینہ دیکھا تو داڑھی سنت کے مطابق بڑھی ہوئی نظر آئی۔ اس وقت جگر صاحب نے جو شعر کہا ہے کیا کہیں قابل وجد شعر ہے بشرطیکہ اہل دل بھی ہو۔ وجد ہر ایک کو نہیں آتا جس میں کیفیت محبت کا غلبہ ہوتا ہے اس کو وجد آتا ہے۔

مفردون کون لوگ ہیں؟

لہٰذا حدیث میں آتا ہے،

سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ (مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۶، باب ذکر اللہ عزوجل) مفردون یعنی عاشقون بازی لے گئے وہ لوگ جو عاشقانہ ذکر کرتے ہیں۔ مفردون کا ترجمہ عاشقون حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے۔ پھر میں نے ملا علی قاری کی مرقاۃ شرح مشکوٰۃ دیکھی کہ مفردون کی انہوں نے کیا شرح کی ہے ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ مفردون سے مراد اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کا وہ طبقہ ہے۔ اَلَّذِیْنَ لَا لَذَّۃَ لَھُمْ اِلَّا بِذِکْرِہٖ وَلَا نِعْمَۃَ لَھُمْ اِلَّا بِشُکْرِہٖ (مرقات صفحہ ۵۰ جلد ۵) جن کو دُنیا میں کہیں مزہ نہ آئے سوائے اللہ کے نام کے۔ بیوی بچے، کھانا پینا، تجارت مکان انہیں جب اچھا معلوم ہوتا ہے جب پہلے اللہ کا نام لے لیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کے بعد ان کو دنیاوی نعمت میں لذت ملتی ہے اور کوئی نعمت انہیں نعمت نہیں معلوم ہوتی مگر جب اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر لیتے ہیں۔

شیخ محی الدین ابوزکریا نووی ؒ نے شرح مسلم میں اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے ایک دوسری روایت نقل کی ہے کہ مفردون کے معنی ہیں کہ جو حالتِ ذکر میں وجد میں

آجا ئیں اَلَّذِیۡنَ اھۡتَزُّوۡا فِیۡ ذِکۡرِ اللہِ (صفحہ ۴ جلد ۹ کتاب الذکر) اہتزاز کے کیا معنی ہیں ؟ جب بارش ہوتی ہے تو زمین پھولتی ہے، حرکت میں آجاتی ہے۔ تو معنی یہ ہوئے کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ کے نام سے ان میں حرکت پیدا ہو جاتی ہے، جھوم جاتے ہیں اَیۡ لَھِجُوۡا بِہٖ یعنی خدا پر عاشق ہو جاتے ہیں۔ مَیں جب ہردوئی گیا تو حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کی خدمت میں بہت مزہ آیا۔ اللہ والوں کی معیت بہت پُر کیف ہوتی ہے میں نے حضرت والا سے عرض کیا کہ حضرت کی خدمت میں بہت مزہ آرہا ہے کیوں کہ اس چوکھٹ سے بڑھ کر کس کا دروازہ ہو سکتا ہے جس سے اللہ مل جائے اور اپنا ایک شعر عرض کیا۔

مزہ دل میں آئے تو بس جھوم جائے
اور اس آستاں کی زمیں چوم جائے

تو حضرتِ والا نے فرمایا کہ مگر جلدی نہ گھوم جائے۔

شیخ کی صحبت میں معتدبہ مدت رہنا چاہیئے

یعنی شیخ کے پاس سے جلدی نہ بھاگنا چاہیے

کیوں کہ ایک رنگریز سے ایک آدمی نے کہا کہ میری چادر رنگ دو تو اس نے کہا کہ رنگنے کے لیے بہتر گھنٹے چاہئیں۔ کہا کہ نہیں ہماری تو کل شام کو ریل ہے، تم ہمیں کل دے دو۔ رنگریز نے کہا کہ کل میں دے تو دوں گا لیکن ضمانت نہیں دے سکتا کہ اس کا رنگ پکا رہے گا۔ اسی طرح جو لوگ قبل از وقت شیخ کی صحبت سے بھاگ جاتے ہیں ان کا رنگ بھی کچا رہتا ہے، دوسرے ماحول سے متاثر ہو جاتے ہیں اور اگر نسبت مع اللہ پختہ ہو جائے تو وہ لوگ ماحول کو بدل دیتے ہیں۔

ے جہاں جاتے ہیں ہم تیرا فسانہ چھیڑ دیتے ہیں
کوئی محفل ہو تیرا رنگ محفل دیکھ لیتے ہیں

خیر جگرؔ صاحب نے جو شعر کہا ہے آہ! اسے پڑھ کر مجھے اتنا مزہ آتا ہے کہ بیان نہیں کرسکتا اور ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کو بھی مزہ آئے گا۔ جگرؔ صاحب نے آئینہ میں جب اپنی داڑھی دیکھی تو یہ شعر کہا۔

ے چلو دیکھ آئیں تماشہ جگرؔ کا
سُنا ہے وہ کافر مسلمان ہو گا

ارے دوستو! کیا غضب کا شعر کہا اس ظالم نے۔ کیا پیارا شعر ہے۔ یہاں کافر کے معنی محبوب کے ہیں جیسے محبوبوں کو ظالم کہتے ہیں، کافرادا کہتے ہیں۔ یہاں کافر سے مراد یہ ہے کہ جگرؔ کتنا پیارا لگ رہا ہے داڑھی رکھ کر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت کی برکت ہے۔

تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ جس سے محبت کرتا ہے اس کو ہر ذرۂ کائنات سے ہدایت ملتی ہے اور جس کو خدا مردود کرے بوجہ اس کی شامت عمل کے وہ مسجدوں میں، خانقاہوں میں حتّٰی کہ بیت اللہ میں بھی مقبول نہیں ہوسکتا۔

ع کعبہ میں پیدا کرے زندیق کو

ابوجہل کو کہاں پیدا کیا؟ ماں حاملہ تھی طواف کر رہی تھی کعبہ میں ابوجہل پیدا ہوا

ع لاوے بت خانہ سے وہ صدّیق کو

اور ابوبکر صدّیق کو کہاں سے لاتے؟ بت خانہ سے۔ ان کے والد بت پرست تھے ابوبکر کو کفر کے خاندان میں پیدا کر کے صدّیق بنا رہے ہیں۔ بعد میں ان کے والد کو بھی اللہ تعالیٰ نے ایمان عطا فرمایا۔ یہ وہ خاندان ہے کہ چار پشت اس کی صحابی ہے۔ حضرت

ابوبکر صدیق صحابی، ان کے والد صحابی، ان کے بیٹے صحابی اور پوتے صحابی۔ کفر کے گھر میں پیدا ہونے والا صدیق ہو رہا ہے اور کعبہ میں پیدا ہونے والا مردود ہو رہا ہے۔

ع زادۂ آزر خلیل اللہ ہو

آزر بت پرست و بت فروش کا بیٹا خلیل اللہ ہو رہا ہے۔

ع اور کنعاں نوح کا گمراہ ہو

اور حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا گمراہ ہو رہا ہے۔ کافر باپ کا بیٹا ابراہیم خلیل اللہ ہو رہا ہے اور پیغمبر کا بیٹا کافر ہو رہا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کرشمے ہیں۔

ع اہلیہ لوطِ نبی ہو کافرہ

ایک پیغمبر کی بیوی کافرہ ہے۔

ع زوجۂ فرعون ہووے طاہرہ

اور فرعون کی بیوی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لاکر صحابیہ ہو رہی ہے

ہ غیر کو اپنا کرے اپنے کو غیر
دیر کو مسجد کرے مسجد کو دیر

فہم سے بالا خدائی ہے تری
عقل سے برتر خدائی ہے تری

اللہ تعالیٰ کی بے نیازی سے ڈرتا رہے۔ ایسا نہ ہو کہ گناہوں پر مستقل جرأت سے عذاب نازل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ جتنے حلیم ہیں اتنی ہی غیر محدود ان کی صفت انتقام بھی ہے۔ حضرت حکیم الامت کا ارشاد ہے کہ مومن کی وہ گھڑی بڑی منحوس بڑی

لعنتی ہے جس گھڑی میں وہ اللہ کی نافرمانی کرتا ہے مثلاً کسی نامحرم عورت کو دیکھتا ہے، اپنی حلال بیوی کو چھوڑ کر کسی کے حُسنِ حرام پر نظر ڈالتا ہے، اگر کہیں اچانک نظر پڑ بھی جائے اور اللہ تعالیٰ فہمِ سلیم دے تو فوراً نظر ہٹا کر یہ کہے گا کہ میری بیوی سے بڑھ کر دنیا میں کوئی حسین نہیں ہے پوری کائنات میں اس کا مثل نہیں ہے۔

محبت کا ایک بلند مقام

دلیل اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں جوڑا مقدر ہے۔ لہٰذا یہ بیوی جو میرے گھر میں ہے اللہ تعالیٰ کے دستِ کرم سے عطا ہوئی ہے اور جو نعمت ان کا دستِ کرم عطا کرے اس سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ یہ محبت کا مقام عرض کر رہا ہوں۔ مولانا رومیؒ مجنوں کا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ لیلیٰ کی گلی کے کُتّے کو دیکھ کر مجنوں نے کہا۔

؎ ایں طلسمے بستۂ مولیٰ ست من
پاسبان کوچۂ لیلےٰ ست من

ارے دیکھو تو سہی میری لیلیٰ کی گلی کا پاسبان یہ کتا کتنا پیارا ہے۔ ارے یہ تو ایک جادو ہے میرے مولیٰ کا بنایا ہوا۔

آں سگے کو گشت درکویش مقیم

جو کتا میری لیلےٰ کی گلی میں مقیم ہے۔

خاک پایش بہ زشیران عظیم

اس کے پاؤں کی خاک بڑے بڑے شیروں سے بہتر ہے۔

آں سگے کو باشد اندر کوئے او

لیلےٰ کی گلی میں جو کُتّا رہتا ہے۔

من بہ شیراں کے دہم یک موئے او

میں شیروں کو اس کا ایک بال بھی نہیں دے سکتا۔

اے کہ شیراں مرسگانش را غلام

اے دُنیا والو! بہت سے شیر محبوب کے کتے کے غلام بن چکے ہیں۔

گفتن امکاں نیست خامش والسلام

مگر آپ ہماری یہ باتیں نہیں سمجھ سکتے اس لیے نہ سمجھنے والوں کو بس میں سلام کرتا ہوں مولانا کا مطلب یہ ہے کہ نسبت بہت بڑی چیز ہے حرم کا اگر ایک کتا بھی آجائے تو اس کی قدر کرو۔ سوچو کہ کہاں سے آیا ہے۔ ان قصّوں سے مولانا رومی کا مقصد لیلیٰ مجنوں نہیں ہیں۔ ان کا مقصد اللہ و رسول کی محبت کے آداب سکھانا ہے۔

مولانا قاسم نانوتویؒ کی شانِ محبت

جس وقت تھانہ بھون سے سڑک پر جھاڑو لگانے والا ایک ہندو بھنگی نانوتہ گیا تو مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ کہاں سے آتے ہو۔ اس نے کہا کہ تھانہ بھون سے۔ مولاناؒ نے چارپائی منگائی چادر لگائی، تکیہ لگایا اور کہا کہ لیٹو، آرام کرو اور آلو پوری منگائی اور خوب کھلایا۔ کسی نے کہا کہ حضرت ایک بھنگی کی آپ اتنی عزت کر رہے ہیں تو فرمایا کہ تمہاری نظر تو بھنگی پر ہے لیکن میری نظر میں تو یہ ہے کہ میرے شیخ حضرت حاجی صاحبؒ کے شہر سے آیا ہے۔

آپ بتائیے کہ مدینہ پاک سے کوئی یہاں آجائے تو کیا آپ کا دل خوش نہیں ہوگا کیا آپ اس کا اکرام نہیں کریں گے، کیا اس پر جان و دل قربان نہیں کریں گے۔ یہ محبت کی بات ہے۔

لہٰذا جو نعمت اللہ تعالیٰ نے اپنے دستِ کرم سے عطا فرمائی اس کو سب سے زیادہ عزیز رکھیے۔ جو بیوی اللہ تعالیٰ نے دی ہے اس کو سمجھیے کہ تمام دنیا کی عورتوں

سے زیادہ حسین ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے دست کرم سے اُن کی مشیت سے ملی ہے

سبق بندگی

دیکھئے خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک غلام خریدا جو صاحب نسبت تھا، ولی اللہ تھا۔ اس سے پوچھا کہ اے غلام! تیرا کیا نام ہے؟ اس نے کہا حضور! غلاموں کا کوئی نام نہیں ہوتا، مالک جس نام سے پکارلے وہی اس کا نام ہوتا ہے۔ دیکھئے وہ ولی اللہ یہ ادب سکھا رہا ہے خواجہ حسن بصریؒ کو جنہوں نے ایک سو بیس صحابہ کی زیارت کی تھی۔ پھر پوچھا کہ تو کیا کھانا پسند کرتا ہے اس غلام نے کہا کہ حضور! غلاموں کا کوئی کھانا نہیں ہوتا، مالک جو کھلا دے وہی اس کا کھانا ہوتا ہے۔ پھر پوچھا کہ تو کون سا لباس پسند کرتا ہے اس نے کہا کہ حضور! غلاموں کا کوئی لباس نہیں ہوتا، مالک جو پہنا دے وہی اس کا لباس ہوتا ہے۔ خواجہ حسن بصریؒ بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو فرمایا کہ میں نے تجھ کو آزاد کیا۔ اس غلام نے کہا کہ جزاک اللہ لیکن یہ تو بتایئے کہ کس خوشی میں آپ نے مجھے آزاد کیا ہے۔ فرمایا کہ تو نے مجھ کو اللہ تعالیٰ کی بندگی سکھا دی۔ جو کھلا دیں کھا لو، جو پہنا دیں پہن لو، جو بیوی عطا فرمائی اس پر راضی رہو۔

اپنی بیویوں کو حقیر نہ سمجھئے

جنت میں یہ بیویاں حوروں سے زیادہ حسین کر دی جائیں گی کیوں کہ انہوں نے نماز روزہ کیا ہے حوروں نے نہیں کیا اس لیے اللہ اپنی عبادت کا نور ان کے چہروں پر ڈال دیگا جس وجہ سے یہ جنت میں حوروں سے زیادہ حسین ہوں گی۔ تفسیر روح المعانی میں حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ روایت منقول ہے (صفحہ ۱۲۶ جلد ۲۷)، لہٰذا اپنی بیویوں کو حقیر نہ سمجھئے۔ چند دن کے لیے یہ ہماری پاس ہیں۔ ان کی شان جنت میں دیکھنا اور سڑکوں والیوں کو مت دیکھئے۔

کوئی دیکھتا ہے تجھے آسماں سے

سوقیانہ مزاج نہ بنائیے بازار کی لڑکیوں کو راستہ چلتے تاک جھانک کرنا یہ بازاری مزاج ہے۔ یہ شریف لوگ نہیں ہیں یہ غیر شریفانہ حرکت ہے۔ اللہ دیکھ رہا ہے پھر بھی یہ جرأت، میرا شعر ہے۔

جو کرتا ہے تو چھپ کے اہلِ جہاں سے
کوئی دیکھتا ہے تجھے آسماں سے

دنیا میں کوئی ذرہ اللہ تعالٰے کے حکم کے بغیر نہیں ہل سکتا۔ تو پھر کیا بغیر حکم الٰہی کے آپ کو یہ بیوی مل سکتی تھی؟ لہٰذا سمجھ لیجئے کہ اللہ تعالٰے کی مرضی سے ملی ہے۔

بزرگ شاعر فرماتے ہیں۔

بہارِ من خزاں صورت گلِ من شکل خار آمد
چراز ایمائے یار آمد ہمی گیرم بہار آمد

میری بہار خزاں کی شکل میں آئی ہے، میرا پھول کانٹے کی شکل میں آیا ہے لیکن چونکہ اللہ تعالٰے کی مرضی سے آیا ہے اس لیے میں نے یہی سمجھا ہے کہ وہ بہار ہے۔

بے حیائی سے بچنے کا واحد راستہ

لہٰذا یقین کیجئے کہ اللہ نے جو حلال کی بیوی دی ہے اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی حسین نہیں۔ کس دستِ کرم سے عطا ہوئی ہے اس نسبت کا خیال رکھیے۔ ری یونین کی سڑکوں پر پھرتی ہوئی ننگی عورتوں سے بچنے کا واحد راستہ یہی ہے کہ یہ دھیان دل میں جم جائے، اللہ تعالٰے سے نسبت قائم ہو جائے۔ نگاہ بدل لیجئے آسمان پر دیکھئے کہ مجھے جو ملی ہے اللہ نے عطا فرمائی ہے۔ مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔ اس قناعت پر اللہ تعالٰے کتنے خوش ہوں گے۔ اگر آپ کی بیوی کم حسین ہو اور مزاج کی بھی تیز

ہو اور داماد زیادہ حسین ہو تو آپ کیا چاہیں گے کہ داماد اس کی پٹائی کرے اور مار مار کر اس کو ٹیڑھا کر دے؟ یا یہ چاہیں گے کہ اس کو آرام سے رکھے۔ اگر وہ اخلاق سے پیش آتا ہے اور آپ کی بیٹی کی تلخیوں کو برداشت کرتا ہے اور اس کے حُسن کی کمی کی بھی شکایت نہیں کرتا تو آپ کیا چاہیں گے کہ اس داماد کو کیا ہدیہ پیش کر دوں، کون سی جائیداد اس کے نام لکھ دوں اور کہیں گے کہ یہ تو ولی اللہ ہے اور آپ کے دل میں سب سے زیادہ وہ محبوب ہو گا۔ اللہ تعالیٰ بھی ایسے لوگوں کو اپنا ولی بنا لیتے ہیں جو اپنی بیویوں کے ساتھ حُسنِ اخلاق سے پیش آتے ہیں۔ جس زمین والے نے اپنی بیوی کی تلخ مزاجی، بد اخلاقی یا حُسن کی کمی کو برداشت کیا اور اچھے اخلاق سے پیش آیا تو اس آسمان والے نے اس کو اتنا نوازا کہ رشکِ آسمان اس کو قرب عطا فرمایا۔

بیوی سے حُسنِ سلوک کی بدولت ولایتِ علیا کا حصول

حضرت شاہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی بیوی بڑی تلخ مزاج تھی۔ ایک شخص خراسان سے شاہ صاحب سے بیعت ہونے کے لیے آیا اور گھر میں پوچھا کہ حضرت کہاں ہیں بیوی نے وہ سُنائیں کہ کیا حضرت حضرت کرتا ہے، رات دن تو میں ان کے ساتھ رہتی ہوں، وہ تو "بڑے حضرت" ہیں۔ محاورہ میں کہتے ہیں کہ ان سے ذرا ہوشیار رہنا یہ بڑے حضرت ہیں یعنی چکر باز ہیں۔ وہ بے چارہ رونے لگا۔ محلہ والوں سے کہا کہ ہزاروں میل چل کر آیا ہوں اور بیوی بتا رہی ہے کہ وہ بزرگ ہی نہیں ہیں تو لوگوں نے کہا کہ بے وقوف! بیوی کی سند مت لے۔ بیوی شاید ہی کسی کو سند دے جا جنگل میں جا کر ان کی کرامت دیکھ۔ جنگل گیا تو دیکھا کہ شیر پر بیٹھ کر چلے آرہے ہیں حضرت شاہ ابوالحسن خرقانیؒ سمجھ گئے کہ یہ گھر سے بیوی کی جلی کٹی سُن کر آرہا ہے۔ فرمایا کہ اس بیوی کی

تلخ مزاجی کو جو برداشت کر رہا ہوں اسی کی برکت سے یہ شیر نر میری بے گاری کر رہا ہے اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اس کی برکت سے یہ کرامت دی ہے کہ میں اللہ کی بندی سمجھ کر اس کے ساتھ زندگی پار کر رہا ہوں۔ اگر میں اسے طلاق دیتا ہوں تو میرے کسی اور مسلمان بھائی کو ستائے گی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی بندی سمجھ کر اس سے نباہ کر رہا ہوں۔ میں اس کو بیوی کم سمجھتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی بندی زیادہ سمجھ کر اس کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آتا ہوں۔ اس کے بعد مولانا رومیؒ نے جو شعر لکھا ہے آہ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحبؒ جب مجھ کو مثنوی پڑھاتے تھے تو بڑے درد سے پڑھتے تھے۔ میری مثنوی کی سند بھی سُن لیجئے۔ مَیں نے مثنوی پڑھی مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے۔ حضرتؒ نے پڑھی حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت تھانویؒ نے شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ سے پڑھی۔ مثنوی کی جو میری شرح ہے وہ انہیں بزرگوں کا فیض ہے اس وقت حضرت مثنوی کا یہ شعر پڑھتے تھے کہ شاہ ابوالحسن خرقانیؒ نے فرمایا۔

گر نہ صبرم می کشیدے بارِ زن
کے کشیدے شیر نر بے گارِ من

اگر میرا صبر اس عورت کی ایذاؤں کو برداشت نہ کرتا تو بھلا یہ شیر نر میری بیگاری کرتا کہ میں اس کی پیٹھ پر بیٹھا ہوا ہوں اور لکڑیاں بھی لادے ہوئے ہوں۔ یہ کرامت اس عورت کی تکلیفوں پر صبر کرنے سے اللہ نے مجھے دی ہے۔

واقعہ حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ

حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ کو الہام ہوا کہ اے مظہر جان جاناںؒ! دلی میں ایک عورت ہے، نمازی بھی ہے، تلاوت بھی بہت کرتی ہے مگر کٹکھنی ہے، غصہ

کی تیز، زبان کی تیز۔ اس سے شادی کرلو کیوں کہ تمہارا مزاج بہت نازک ہے بادشاہ نے صراحی پر پیالہ ترچھا رکھ دیا تو تمہارے سر میں درد ہوگیا اور رضائی کے دھاگے اگر ٹیڑھے ہوئے تو تمہارے سر میں درد ہو گیا۔ دہلی کی جامع مسجد جاتے ہوئے اگر راستہ میں کسی کی چارپائی ٹیڑھی پڑی ہوئی دیکھتے ہو تو تمہارے سر میں درد ہو جاتا ہے۔ جب تم اتنے نازک مزاج ہو تو اس نزاکت کو دُور کرنے کے لیے اب علاجاً تم اس عورت سے شادی کرو۔ میں تمہیں نواز دوں گا اور تمہارا ڈنکا سارے عالم میں پٹوا دوں گا۔ حضرت جانِ جاناںؒ نکاح کر کے لے آئے۔ اب صبح و شام کھا رہے ہیں کریلا نیم چڑھا۔ ایک دن ایک کابلی کھانا لینے گیا کہ حضرتؒ کا کھانا دے دو۔ کہنے لگیں کہ ارے کیا حضرت حضرت کرتے ہو۔ خوب سُنائیں حضرت کو۔ پٹھان نے چھرا نکال لیا لیکن تھوڑی دیر میں عقل آگئی کہ ارے تم ہمارے شیخ کا بی بی ہے، نہیں تو ابھی ہم تم کو چھرا مار دیتا۔ لیکن جا کر حضرت سے کہا کہ حضرتؒ آپ نے کیسی عورت سے شادی کی۔ فرمایا کہ اسی پر صبر کی برکت سے یہ میرا ڈنکا پٹ رہا ہے۔ انہیں کے سلسلہ میں یعنی ان کے خلیفہ کے خلیفہ کے ہاتھ پر علامہ شامی ابن عابدینؒ اور علامہ آلوسی السید محمود بغدادیؒ تفسیر روح المعانی کے مصنف بیعت ہوئے۔ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ شاہ غلام علی صاحبؒ تھے اور ان کے خلیفہ مولانا خالد کردیؒ تھے۔ یہ دونوں انہیں کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ سارے عالم میں ڈنکا پٹ گیا۔

خیر بات تو یہ چل رہی تھی کہ میں کار میں شیخ کے ساتھ جدہ سے مکہ مکرمہ جا رہا تھا۔ اصل میں میں مقرر نہیں ہوں۔ چالیس سال تک میں نے کوئی تقریر نہیں کی۔ گونگا تھا بول نہیں سکتا تھا مجبور تھا تقریر کرنا نہیں آتا تھا۔ جب ساتھی لوگ تقریر کرتے تھے میں ان کا منہ دیکھا کرتا تھا۔ حسرت ہوتی تھی۔ چالیس سال کے بعد میرے شیخ کی کرامت سے مجھے

گویائی نصیب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے مفید بولنا نصیب فرمائے جو میرے لیے اور امت کے لیے مفید ہو۔ آمین

ذکر اللہ سے حصولِ اطمینانِ قلب کی عجیب تمثیل اور ایک علمِ عظیم

تو جب اس کار کے شیشہ کو چڑھایا تب جا کر کار ٹھنڈی ہوئی اس وقت حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ ایک علمِ عظیم عطا ہوا کہ جو لوگ اپنے دل میں ذکر اللہ کا ایئر کنڈیشن تو چلا رہے ہیں لیکن آنکھوں کا شیشہ نہیں چڑھاتے کانوں کا شیشہ نہیں چڑھاتے یعنی قوتِ باصرہ، قوتِ سامعہ، قوتِ شامہ، قوتِ ذائقہ، قوتِ لامسہ ان حواسِ خمسہ پر تقویٰ کا شیشہ نہیں چڑھاتے ان کے دل میں وہ چین نہیں جو اولیاء اللہ کے دلوں کو ذکر کامل سے ملتا ہے

ذکر اللہ کا نفعِ کامل تقویٰ پر موقوف ہے

ذکر اللہ کے ایئر کنڈیشن سے چین وسکون واطمینان کی جو ٹھنڈک دل کو ملتی ہے اس سے یہ ظالم محروم ہیں۔ فرمایا کہ جس دن تقویٰ کا یہ شیشہ حواسِ خمسہ پر چڑھ جائے گا یعنی گناہ چھوٹ جائیں گے اس دن منہ سے ایک اللہ جب نکلے گا تو زمین سے آسمان تک ایئر کنڈیشن بن جائے گا اور دل کو سکون کامل نصیب ہو جائے گا۔ بتائیے کتنا بڑا علم ہے۔ دیکھئے نئی موٹر تھی نیا ایئر کنڈیشن مگر شیشہ کھلنے سے ایئر کنڈیشن کا نفع کامل نہیں ہوا۔ اسی طرح ذکر اللہ کے ساتھ اگر کوئی گناہ بھی کرتا ہے تو گویا وہ کھڑکی کا شیشہ کھول دیتا ہے جس سے گرمی اندر آنے لگتی ہے اور دل میں کامل سکون حاصل نہیں ہو سکتا۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر فی الحال کسی سے گناہ نہیں چھوٹ رہے ہے تو وہ تنگ آکر ذکر ہی چھوڑ دے۔ ہرگز ایسا نہ کرے۔ اگر گناہ نہیں چھوٹتے تو ذکر اللہ

بھی نہ چھوڑے۔ ایک دن یہ ذکر اس سے گناہ چھڑا دے گا۔ ایک تہجد گزار چور تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ فلاں شخص تہجد بھی پڑھتا ہے اور چوری بھی کرتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس کی نماز اس کی چوری پر غالب آجائے گی۔ لہٰذا جو لوگ اللہ کا ذکر کر رہے ہیں گناہوں کو چھوڑنے کی پوری کوشش کریں تاکہ ذکر اللہ کے ایئر کنڈیشن کا پورا مزہ حاصل ہو لیکن جب تک گناہ نہ چھوٹیں تو نیک کام بھی نہ چھوڑیئے اگر بُرائی نہیں چھوٹتی تو بھلائی بھی مت چھوڑیئے۔ ذکر و عبادت کیے جائیے انشاءاللہ ایک دن اس کی برکت سے گناہ چھوٹ جائیں گے، بشرطیکہ اخلاص کے ساتھ گناہ چھوڑنے کی پوری کوشش کریں اور اس کی تدابیر بھی کریں۔ یعنی شیخ یا مصلح کو اطلاع کرتے رہیں کہ باوجود ذکر کے، اشراق و تہجد کے ایک گناہ میں مبتلا ہوں مثلاً کسی عورت کو دیکھے بغیر نہیں رہتا، مجال نہیں کہ کوئی عورت گذرے اور میں اس کو نہ دیکھوں۔ شیخ علاج بھی بتائے گا اور اللہ سے روئے گا بھی۔ اس کی دعا کی برکت سے انشاءاللہ تعالیٰ ایک دن توبہ نصیب ہوجائے گی۔

ولایت کی بنیاد تقویٰ ہے

بہرحال حضرتِ والا کے ارشاد سے ہم لوگوں کو ایک سبق مل گیا کہ ذکر اللہ کے ساتھ تقویٰ اختیار کرو۔ ولایت کی بنیاد نوافل پر نہیں ہے۔ اگر ایک شخص کوئی نفل نہیں پڑھتا، صرف فرائض واجبات وسنت موکدہ ادا کرتا ہے لیکن ایک گناہ بھی نہیں کرتا یہ اللہ تعالیٰ کا ولی ہے اور اس کی دلیل قرآن پاک کی آیت ہے اِنْ اَوْلِیَآءُہٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ اللہ تعالیٰ کے ولی کون ہیں ؟ متقی بندے ہیں اور یہ متقی ہے۔

گناہ پر اصرار کرنے والا ولی اللہ نہیں ہو سکتا

اور جو شخص رات بھر تہجد پڑھتا ہے، دن بھر تلاوت کرتا ہے، ہر سال حج وعمرہ کرتا ہے لیکن کسی عورت کو دیکھنے سے باز نہیں آتا، بدنظری کرتا ہے، گانا سنتا ہے، غیبت کرتا ہے یہ شخص ولی اللہ نہیں ہو سکتا باوجود حج وعمرہ کے، باوجود تہجد کے یہ فاسق ہے۔ جو گناہ کرتا ہے شریعت میں وہ فاسق ہے اور فسق وولایت جمع نہیں ہو سکتی۔ ایک شخص جو فرض، واجب، سُنّت موکدہ ادا کرتا ہے لیکن ہر وقت باخدا ہے، کسی وقت گناہ نہیں کرتا متقی ہے، ولی اللہ ہے۔ یہ اور بات ہے کہ جو ولی اللہ ہیں وہ نوافل ضرور پڑھتے ہیں، وہ تو ہر وقت اللہ کی یاد میں بے چین رہتے ہیں، بغیر اللہ کے ذکر کے ان کو چین ہی نہیں ملتا۔ علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جن کو ذکر اللہ کا مزہ مل گیا وہ سر سے پیر تک ذکر میں غرق ہیں۔ کسی اعضاء سے وہ گناہ نہیں ہونے دیتے کیوں کہ ذکر کا حاصل ترکِ معصیت ہے۔

ذکرِ مثبت اور ذکرِ منفی

اللہ تعالیٰ کی یاد کی دو قسمیں ہیں نمبر ایک یادِ مثبت یعنی امتثال اوامر نمبر دو یادِ منفی یعنی ترک نواہی اگر ہم احکام کو بجا لاتے ہیں تو یہ ذکرِ مثبت ہے جیسے نماز کا وقت آگیا تو نماز ادا کر لی اور گناہ چھوڑنا یہ ذکرِ منفی ہے جیسے نامحرم عورت سامنے آگئی تو نظر بچالی اور اس وقت اللہ تعالیٰ سے سودا کر لیں کہ اے اللہ بصارت کی حلاوت یعنی آنکھوں کی مٹھاس تو میں نے آپ کو دے دی۔ اب آپ مجھے حلاوتِ ایمانی یعنی ایمان کی مٹھاس عطا فرما دیجئے! اپنا ایک اردو شعر یاد آیا۔

؎

جب آگئے وہ سامنے نابینا بن گئے

جب ہٹ گئے وہ سامنے سے بینا بن گئے

نابینا کیسے بنیں؟ یعنی نظر بس جھکا لو جب کوئی نامناسب شکل سامنے آئے، لیکن موٹر چلانے والا نابینا نہ بنے اس کے لیے معافی ہے۔ بس وہ سامنے نظر رکھے اِدھر اُدھر نہ دیکھے۔ پھر بھی نفس حاشیہ نگاہ سے اور زاویہ نگاہ سے کچھ چرائے گا۔ اس کی ان شاء اللہ تعالیٰ معافی ہوجائے گی۔ توبہ کرلے کہ اے اللہ میں نے نظر کو سامنے رکھا قصداً نظر نہیں ڈالی لیکن پھر بھی میرے نفس نے جو حرام مال چرایا ہو میرے مستلذاتِ محرمہ مسروقہ کو آپ معاف فرمادیجئے یعنی حرام لذت کی چوری کا مال جو نفس نے حاصل کیا ہو آپ اس کو معاف کردیجئے کیوں کہ اس وقت اس پر اختیار نہیں تھا۔ اگر نظر جھکاتا تو تصادم ہوجاتا۔ حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ اگر کوئی واقعی سچا اللہ والا ہے لیکن کمزور ہے اور تسبیح پڑھتا ہوا جارہا ہے کہ ایک حسین تگڑی عورت نے اس کو بُری نیت سے دیکھا اور لپٹ گئی اور اس کو پٹک دیا۔ یہ مفروضہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرمارہے ہیں اصلاحِ امت کے لیے اور اس کے سینہ پر بیٹھ گئی اور کہا کہ اے مُلّا تم بہت نظر بچاتے ہو اور پوری طاقت سے اس کی آنکھیں کھول کر کہا کہ اب دیکھ مجھے، دیکھتی ہوں کہ اب کیسے نہیں دیکھے گا۔ حضرتؒ فرماتے ہیں کہ اگر وہ صاحبِ نسبت ہے تو اپنی شعاعِ بصریہ پر اللہ تعالیٰ کی عظمت کو غالب رکھے گا اور اچٹی اچٹی سطحی نظر جو غیر اختیاری ہے ڈالے گا، باریک نظر نہیں ڈالے گا۔ یہ باتیں کون بیان کرسکتا ہے؟ ایسی باتیں اللہ تعالیٰ کے بڑے اولیاء بیان کرتے ہیں جو اس راستہ سے گذرے ہوتے ہیں جن کو ایسا ایمان حاصل ہے۔

غرض اللہ تعالیٰ کے قرب و ولایت کی بنیاد تقویٰ یعنی گناہوں کو چھوڑنا ہے بتائیے ایئر کنڈیشن والے قصہ سے یہ سبق ملا کہ نہیں؟ یہ نصیحت ملی کہ نہیں اور نصیحت بھی کس کی ہے؟ حضرت حکیم الامت مجدد الملت کے خلیفہ اور آخری خلیفہ حضرت مولانا

شاہ ابرار الحق صاحب کی ہے جن کے متعلق ان کے استاد حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اور یہ بات کتاب مشاہیر علماء مظاہر العلوم میں چھپی ہوئی ہے کہ مولانا ابرار الحق صاحب جب مجھ سے ابوداؤد شریف پڑھتے تھے اُسی وقت سے یہ صاحب نسبت ہیں۔ حضرت نے کیا عمدہ نصیحت فرمائی کہ دیکھو ایئر کنڈیشن کا فائدہ جب ہوا جب شیشہ چڑھا یا گیا۔ کار میں چار شیشے ہوتے ہیں لیکن انسان میں پانچ شیشے ہیں۔ قوتِ باصرہ (دیکھنے کی قوت)، قوت سامعہ (سننے کی قوت)، قوتِ شامہ (سونگھنے کی قوت)، قوتِ ذائقہ (چکھنے کی قوت)، قوت لامسہ (چھونے کی قوت) اللہ کے ذکر کا پورا فائدہ جب ملے گا جب ان پانچوں راستوں پر اللہ کے خوف کا شیشہ چڑھا لو گے یعنی جب ان پانچوں قوتوں سے کوئی کام اللہ کی مرضی کے خلاف نہ ہو تو سمجھ لو کہ تقویٰ کا شیشہ چڑھ گیا۔ پھر جب اللہ کا ذکر کرو گے، پھر ایک اللہ جب منہ سے نکلے گا تو اتنا مزہ آئے گا کہ جنت سے زیادہ۔ اللہ کا نام لینے میں وہ شخص دنیا کی زمین پر جنت سے زیادہ مزہ پائے گا جو تقویٰ اختیار کرتا ہے۔ دلیل کیا ہے؟

ذکر اللہ کی لذت کا کوئی ہمسر نہیں

دلیل یہ ہے کہ جنت مخلوق ہے حادث ہے اور اللہ تعالیٰ قدیم ہیں اور واجب الوجود ہیں۔ کیا خالق کی لذت کو مخلوق پا سکتی ہے۔ جنت خالق نہیں ہے، مخلوق ہے تو اللہ کے نام کی مٹھاس اور لذت کو مخلوق کیسے پائے گی جب کہ خود فرما رہے ہیں۔ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ نکرہ تحت النفی واقع ہو رہا ہے جو فائدہ عموم کا دیتا ہے یعنی اللہ کا کوئی ہمسر نہیں تو پھر اللہ کے نام کی لذت کا کیسے کوئی ہمسر ہو سکتا ہے میرا ایک اردو شعر ہے۔

؎ اللہ اللہ کیسا پیارا نام ہے
عاشقوں کا مینا اور جام ہے

علم کے نفعِ لازمی و متعدی کی ایک تمثیل

اب دوسرا واقعہ سنیے جب مکہ شریف تین میل رہ گیا تو وہی موٹر جس میں میں شیخ کے ساتھ سفر کر رہا تھا ایک پٹرول پمپ پر پٹرول لینے کے لیے صاحبِ کار نے روکی۔ اتنے میں ایک ٹینکر آیا جس پر دس بارہ ہزار گیلن پٹرول لدا ہوا تھا۔ اس کے ڈرائیور نے بھی کہا کہ میرے ٹینکر میں پٹرول ڈال دو کیوں کہ انجن میں پٹرول نہیں جا رہا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ ایک دوسرا سبق حاصل کرو۔ جو علماء اپنے باطن کو منور نہیں کرتے۔ اللہ والوں کی صحبت سے اللہ تعالیٰ کا خوف، اللہ کی خشیت، اللہ تعالیٰ کی محبت کا پٹرول اپنے قلب کے انجن ہی میں حاصل نہیں کرتے ان کا علم ان کی پیٹھ کے اوپر رکھا ہوا ہے چاہے دس ہزار گیلن ہو، نہ خود اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں نہ دوسروں کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں جس طرح ٹرک اور ٹینکر چل ہی نہیں سکتا جب انجن ہی میں پٹرول نہ ہو اسی طرح اپنے علم پر عمل کی توفیق نہیں ہو سکتی اگر دل میں اللہ کی محبت و خشیت نہیں ہے ؎

علم چوں بر تن زنی مارے بود

جو علم کو دُنیا کے عیش اور تن پرستی کے لیے حاصل کرتا ہے وہ علم اس کے لیے سانپ ہے اور ؎

علم چوں بر دل زنی یارے بود

اور علم کا اثر اگر دل میں حاصل کر لو یعنی خشیت و محبت، دل اللہ والا ہو جائے تو پھر یہ علم مفید ہے۔

دوستو! پہلے دل اللہ والا بنتا ہے تب جسم اللہ والا بنتا ہے، پہلے دل صاحب

نسبت ہوتا ہے پھر اس کا اثر سارے جسم پر ہوتا ہے کہ وہ کسی طرح سے گناہ نہیں کرتا۔

علاماتِ ولایت

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ اللہ کے ولی ہونے کی علامتیں دو ہیں نمبر ایک جس کو اللہ اپنا ولی بناتا ہے اپنے اولیاء کے دلوں میں اس کی محبت ڈال دیتا ہے۔

مِنْ اِمَارَاتِ وِلَایَتِہٖ تَعَالٰی شَانُہٗ اَنْ یَّرْزُقَہٗ مُوَدَّۃً فِیْ قُلُوْبِ اَوْلِیَاءٖ

اور دوسری علامت ہے لَوْ اَرَادَ سُوْءًا اَوْ قَصَدَ مَحْظُوْرًا عَصِمَہٗ عَنْ اِرْتِکَابِہٖ (صفحہ ۹۲ جلد ۵) کسی خلاف شریعت کام کا اگر وہ ارادہ کرے اور وہ صاحبِ نسبت ولی اللہ ہو چکا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنی حفاظت میں لے لیتے ہیں اور گناہ کے ارتکاب سے اس کو محفوظ رکھتے ہیں۔ یا تو گناہ کو اس سے بھگا دیتے ہیں یا اس کو گناہ سے بھگا دیتے ہیں کوئی بے چینی پیدا کر دیتے ہیں۔ یہ مقام وہ ہے کہ آدمی خود سمجھ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے لیے قبول فرما لیا ہے۔ شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو اپنا ولی بناتے ہیں تو اسے بھی پتہ چل جاتا ہے۔

ہم تمہارے تم ہمارے ہو چکے
دونوں جانب سے اشارے ہو چکے

خواجہ صاحبؒ نے حضرت حکیم الامتؒ سے پوچھا کہ بندہ جب صاحبِ نسبت ہو جاتا ہے تو کیا اسے پتہ چل جاتا ہے کہ اس کو نسبت عطا ہو گئی؟ فرمایا کہ بالکل پتہ چل جاتا ہے۔ عرض کیا کہ حضرتؒ کیسے؟ فرمایا کہ جب آپ بالغ ہوئے تھے تو کیا آپ کو دوستوں سے پوچھنا پڑا تھا کہ دوستو! بتانا عزیز الحسن بالغ ہوا یا نہیں یا آپ کو خود پتہ چل گیا تھا کہ میں بالغ ہو گیا۔ بالغ معنی پہنچنے والا، البلوغ معنی رسیدن، اسی طرح جب روح بالغ ہوتی ہے یعنی اللہ تک پہنچ جاتی ہے تو رگ رگ میں اللہ کی محبت، ایک

درد اور اللہ سے خاص تعلق محسوس ہو جاتا ہے۔ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں۔

؎ باز آمد آبِ من در جوئے من

میرا پانی میرے دریا میں آگیا۔ جب پانی آئے گا تو دریا کو پتہ نہیں چلے گا؟

باز آمد شاہِ من در کوئے من

میرے دل کی گلی میں میرا شاہ آگیا۔ جب اللہ دل میں آئے گا تو دل کو کیسے پتہ نہیں چلے گا۔

تو دوستو! دوسرے واقعہ سے کیا سبق ملا کہ دل کے انجن میں محبت و خشیت کا پٹرول ہونا چاہیے تب علم کا نفع پہنچتا ہے لازمی بھی اور متعدی بھی اور خشیت و محبت کے پٹرول پمپ کہاں ہیں؟ اللہ والے ہیں۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں کہ جس شخص کا کوئی عضو بھی گناہ میں مبتلا ہے، کان سے گانا سننے کا عادی ہے، آنکھ سے حسینوں کو دیکھنے کا عادی ہے، زبان سے غیبت کا عادی ہے، ہاتھ سے حسینوں کے گال چھونے کا عادی ہے، اگر کسی قسم کے گناہ کی عادت ہے تو یہ شخص اطمینان کامل نہیں پاسکتا۔ دلیل کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ

ذکر اللہ سے حصولِ اطمینانِ قلب کی ایک اور تمثیل

تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ فرماتے ہیں کہ بذکر اللہ معنی میں فی ذکر اللہ کے ہے مطلب یہ ہوا کہ اتنا کثرت سے ذکر کرو کہ ذکر میں غرق ہو جاؤ جب ذکر میں ڈوب جاؤ گے یعنی سر سے پیر تک کوئی اعضاء گناہ میں مبتلا نہ ہو گا تب جا کر اطمینان کامل ملے گا اور مثال بھی کتنی پیاری دی کَمَا تَطْمَئِنُّ السَّمَكَةُ فِی الْمَاءِ (صفحہ ۲۶۱ جلد ۱۰) مچھلی کو کب سکون ملتا ہے؟ جب فی الماء ہوتی ہے، پانی

میں ڈوبی ہوئی ہوتی ہے۔ اگر بالماء ہے یعنی پانی کے ساتھ تو ہے، گردن تک پانی میں ڈوبی ہوئی ہے لیکن مکشوفۃ الرأس ہے یعنی سر کھلا ہوا ہے تو کیا اس کو چین ملے گا ؟ جب کھوپڑی گرم ہوگی تو دُم تک گرمی آجائے گی اور پانی کے ساتھ ہونے کے باوجود بے چین رہے گی جب تک ہمہ تن غرقِ آب نہ ہوجائے اسی طرح جو شخص اللہ کے دریائے قرب میں سر سے پیر تک ڈوب جائے کسی اعضاء کو گناہ نہ کرنے دے تب اسے اطمینان کامل ملے گا اور اگر کبھی خطا ہوجائے تو استغفار و توبہ سے فوراً تلافی کرے جیسے کبھی مچھلی بھی لالچ میں آکر شکاری کا چارہ لگایا ہوا کانٹا نگل لیتی ہے اور پانی سے باہر نکل آتی ہے، لیکن پھر کیا کرتی ہے ؟ کانٹا نکالنے کے لیے جھٹکا مار کر گلا پھاڑ لیتی ہے اور کود کر پھر دریا میں چلی جاتی ہے۔ اس لیے اگر کبھی نفس و شیطان کسی گناہ کے ماحول میں لے جائیں دریائے قرب سے دور کریں تو فوراً اپنی پوری کوشش کے ساتھ فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰہِ ہوجائیے، فرار سے اللہ تک پہنچیں گے قرار سے نہیں۔ اگر گناہ پر قرار رہے گا تو ساری زندگی گناہ کے پاخانہ پیشاب میں لت پت پڑے رہیں گے۔

آج کل کے صوفیا پر چند اعتراضات اور ان کے جواب

یہ دو باتیں پیش کردیں

اب دو تین باتیں تصوف کے بارے میں عرض کروں گا ایک بات تو یہ کہ لوگ کہتے ہیں کہ اس زمانہ کے صوفیاء ذکر کم کرتے ہیں اور پہلے زمانہ جیسی عبادت نہیں کرتے دوسری بات یہ کہ پہلے زمانہ کے صوفیاء دال روٹی اور پانی میں باسی روٹی بھگو کر کھاتے تھے۔ آج کل کے صوفیاء یخنی اور مرغ پلاؤ کھاتے ہیں اور تیسرا اعتراض یہ کہ لباس بھی بہت شاندار پہنتے ہیں پیوند والا، ٹاٹ اور موٹے کپڑے کا نہیں پہنتے بڑے ٹھاٹ باٹ سے رہتے ہیں۔

جواب نمبر ۱، اب تینوں کا جواب سنئے۔ نمبر ایک پہلے زمانہ کے صوفیاء کے جسم میں خون اتنا زیادہ ہوتا تھا کہ ہر سال انہیں خون نکلوانا پڑتا تھا۔ اگر فصد نہ کھلوائیں تو خون کی زیادتی سے سر میں درد رہنے لگتا تھا اور اب کے زمانہ کے صوفیاء کو خون چڑھوانا پڑتا ہے۔ خون نکلوانے والے زمانہ کے احکام خون چڑھوانے والے زمانہ پر کیسے لاگو ہو جائیں گے۔ زمانے کے بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں۔ لہٰذا جب کمزوری کا زمانہ آگیا تو بزرگانِ دین نے ذکر کی تعداد کو کم کر دیا۔ اب اگر کوئی اتنا ذکر کرے جتنا کہ پہلے بزرگانِ دین کیا کرتے تھے تو پاگل ہو جائے گا۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ایک پہلوان ستر ہزار بار اللہ اللہ کرتے سے جس مقام قرب پر پہنچے گا ایک کمزور پانچ سو بار میں اسی مقام پر پہنچے گا۔ قرب میں ذرہ برابر کمی نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ظالم تھوڑی ہیں کہ کمزوروں سے بھی اتنی ہی محنت چاہیں جتنی طاقت ور سے اور ولایت ذکر پر نہیں گناہوں سے بچنے پر موقوف ہے۔ لہٰذا آج بھی جو سچے اللہ والے ہیں وہ ہر گناہ سے بچتے ہیں اور جو پہلے اولیاء گذرے ہیں وہ بھی تقویٰ ہی سے ولی ہوتے تھے محض ذکر سے نہیں ذکر تو تقویٰ کا معین ہے۔

جواب نمبر ۲، اور دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ جب زمانہ کمزوری کا آگیا تو اب طاقت کی غذا کھانا صوفیاء کے لیے ضروری ہے کیوں کہ جب طاقت ہی نہ ہوگی تو کیا عبادت کریں گے اور کیا دین کا کام کریں گے۔

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ ایک مسلمان افسر زیارت کے لیے آیا تو حضرت پستہ اور بادام کھا رہے تھے چوں کہ بہت ذکر و شغل اور دماغی محنت کرتے تھے اس افسر نے واپس آکر کہا کہ توبہ توبہ میں نے تو سمجھا تھا کہ کوئی ولی اللہ ہوں گے یعنی حضرت حکیم

الامت کے خلیفہ شاہ وصی اللہ صاحب کو کہہ رہا ہے کہ میں نے تو سمجھا تھا کہ کوئی بزرگ آدمی ہوں گے لیکن یہ کیا بزرگ ہیں، پستے اور بادام اڑا رہے ہیں۔ ارے بزرگ تو وہ ہے جو سوکھی روٹی پانی میں ڈبو کر کھائے۔ یہ حال ہے جہالت و بدعقلی کا۔ ایسے جاہلوں سے خدا بچائے۔ اس جاہل کو کیا پتہ کہ ان کا بادام کھانا ہماری سوکھی روٹی سے افضل ہے کیونکہ ان کا بادام اللہ کی راہ پر خرچ ہوگا۔ اس سے جو طاقت آئے گی اس سے وہ تصنیف کریں گے، تقریر کریں گے، تبلیغ کریں گے، اللہ والوں کا کھانا بھی نور ہے، عبادت ہے، ان کا پہننا بھی عبادت ہے۔

جواب نمبر ۳: ایک مرتبہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے سُنّت سمجھ کر پیوند لگا ہوا کرتہ پہن لیا اور سفر پر جا رہے تھے۔ پیرانی صاحبہ نے عرض کیا کہ ایک بات کہوں، فرمایا ہاں کیا بات ہے۔ کہا کہ آپ کپڑے بدل لیجئے دوسرے اچھے کپڑے پہن لیجئے کیوں کہ آپ جب اس لباس میں جائیں گے تو مرید سمجھیں گے کہ آج کل حضرت ضرورت مند ہیں۔ حضرت نے فرمایا جزاک اللہ واقعی اگر میں اس لباس میں جاتا تو میرے مریدوں کو غم ہوتا اور وہ میرے لیے کپڑے بنوانے کی فکر کرتے لہٰذا یہ لباس خود سوال بن جاتا چناں چہ حضرت نے دوسرا اچھا لباس پہن لیا۔

یہی جواب ہے اس اعتراض کا کہ اب علماء و صوفیاء کیوں اچھا لباس پہنتے ہیں۔ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس زمانہ میں علماء کو لوگ حقیر سمجھ رہے ہیں اس لیے ایسا لباس نہ پہنو جس سے احتیاج ظاہر ہو خصوصاً جب کہیں جاؤ لباس اچھا پہن کر جاؤ ورنہ لوگ سمجھتے ہیں کہ آگئے قربانی کی کھال لینے یا چندہ مانگنے۔ اس لیے مفتی رشید احمد صاحب نے فرمایا کہ تین چیزوں کا اجتماع جائز نہیں ہے ایک بیگ جس میں رسید بُک ہوتی ہے۔ دوسرے داڑھی اور تیسرے رمضان کیوں کہ

مالدار جب دیکھتا ہے کہ اس کے ہاتھ میں رسید بک والا بیگ بھی ہے اور داڑھی بھی ہے اور مہینہ بھی رمضان کا ہے تو اس کے دل پر تھوڑا سا لرزہ ریکارڈ ہوتا ہے اور گھر میں چھپ کر جا بیٹھتا ہے اور نوکر سے کہہ دیتا ہے کہ کہہ دینا سیٹھ صاحب اس وقت نہیں ہیں۔ اس لیے جہاں تک ہو سکے علماء کو اچھا لباس پہننا چاہیے جتنی اللہ نے حیثیت دی ہے تاکہ مالداروں کو یہ نہ محسوس ہو کہ یہ لوگ پھٹیچر ہیں اگرچہ پھٹیچر ہیں اور آئے بروز سنیچر ہیں۔ خیر یہ تو قافیہ بازی ہے جس سے اللہ کلام کو لذیذ کر دیتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ آج کل اللہ والے ذرا عمدہ لباس کیوں پہنتے ہیں خصوصاً کہیں سفر کرتے ہیں تو اچھا لباس پہن لیتے ہیں ان کی نیت کو تو دیکھو۔

شیطان کا حربہ

جس نے بدگمانی کی وہ محروم رہا۔ شیطان کا یہ بہت بڑا حربہ ہے۔ وہ سوچتا ہے کہ اگر کہیں یہ کسی اللہ والے کا معتقد ہو گیا تو یہ بھی اللہ والا صاحبِ نسبت ہو جائے گا لہٰذا بزرگوں کو حقیر دکھاتا ہے کہ وہ پہلے جیسے بزرگ اب کہاں؟ آج کل کے تو یوں ہی ہیں بس نام کے۔ لیکن جسم جب ذرا بیمار ہوتا ہے تو کیا آپ حکیم اجمل خان کا انتظار کرتے ہیں کہ دہلی کے قبرستان سے اٹھ کر آئیں معمولی حکیموں سے علاج کرانا میری توہین ہے یا جو قریبی حکیم ہوتا ہے اسی کو دکھاتے ہیں کہ جلدی سے جان بچاؤ۔ کیوں کہ جان پیاری ہے اس لیے جو حکیم ملتا ہے اسی سے رجوع کرتے ہیں۔ اسی طرح جس کو ایمان پیارا ہو جاتا ہے وہ کسی اللہ والے کو تلاش کر لیتا ہے۔

شیخ اوّل کے انتقال کے بعد دوسرے شیخ سے تعلق ضروری ہے

ایسے ہی شیخ کے انتقال کے بعد باجماعِ صوفیا۔ و اولیا۔ دوسرا شیخ تلاش کرنا بھی واجب ہے حکیم الامت

نے مثنوی مولانا روم کی شرح میں فرمایا کہ ایک آدمی کنویں میں گرے ہوئے ڈولوں کو اپنے ڈول سے نکال رہا ہے۔ یہ کھینچنے والا اپنے ڈول میں رسی باندھ کر کنویں میں ڈالتا ہے اور گرے ہوئے ڈولوں کو اپنے ڈول میں پھنسا کر باہر کھینچ لیتا ہے کہ اس کا انتقال ہو گیا۔ اب اس کا ڈول کنویں میں گرے ہوئے ڈولوں کو نہیں نکال سکتا چاہے گرے ہوئے ڈول اس سے کتنا چمٹے رہیں ان کو نکالنے کے لیے دوسرا زندہ آدمی آئے اور وہ اپنا ڈول ڈالے تب نکل سکیں گے شیخ کے انتقال کے بعد لاکھ اس کی قبر پر مراقبہ کرتے رہو اصلاح نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا مولانا رومی نے فرمایا کہ زندہ شیخ تلاش کرو کیوں کہ انتقال کے بعد اس کا روحانی تعلق ختم ہو گیا۔ اب خواہشات نفسانیہ کے کنویں میں گرے ہوئے لوگوں کو وہ نہیں نکال سکتا۔ اس لیے زندہ شیخ کی ضرورت ہے جو اصلاح نفس اور خواہشات کی قید سے آزادی کی تدابیر بتائے گا اور دُعا بھی کرے گا۔ یہی اس کا ڈول ہے جس کی برکت سے نفس کی غلامی سے آزادی ملتی ہے، اصلاح ہوتی ہے۔

دنیا کے مشغلوں میں بھی یہ باخدا رہے

اللہ والوں کے دو مرتبے ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ مرتبۂ جسم سے وہ ہمارے پاس ہوتے ہیں، ہمارے درمیان ہوتے ہیں اور مرتبۂ رُوح میں خدا کے پاس ہوتے ہیں۔ اس حقیقت کو میرا ایک شعر واضح کرتا ہے۔

دُنیا کے مشغلوں میں بھی یہ باخدا رہے
یہ سب کے ساتھ رہ کے بھی سب سے جُدا رہے

یہ نہ سمجھئے کہ اللہ والے اگر دُنیا کے کاموں میں مشغول ہیں تو ان کا دل بھی دُنیا میں پھنسا ہوا اور خُدا سے غافل ہے۔

حضرت حاجی صاحبؒ کا ارشاد

حاجی صاحبؒ نے حضرت تھانویؒ سے فرمایا تھا کہ میاں اشرف علیؒ! جب میں تم لوگوں سے باتیں کرتا ہوں تو یہ نہ سمجھا کرو کہ میں تم لوگوں کے پاس بیٹھا ہوا ہوں۔ میری روح اس وقت بھی اللہ کے پاس ہوتی ہے۔

مجھے اپنا ایک شعر یاد آیا

لب ہیں خنداں جگر میں ترا درد و غم
تیرے عاشق کو لوگوں نے سمجھا ہے کم

اللہ والے ہنسنے میں بھی باخدا رہتے ہیں

حضرت مفتی شفیع صاحبؒ مفتی اعظم پاکستان نے مجھ سے فرمایا کہ ایک بار حضرت حکیم الامتؒ کے بہت سے خلفاء علماء موجود تھے۔ خواجہ صاحب نے ہم لوگوں کو خوب ہنسایا۔ پھر پوچھا کہ اچھا بتاؤ کہ اس ہنسنے کی حالت میں کون کون باخدا تھا اور کون اللہ سے غافل ہوگیا تھا مفتی صاحبؒ نے فرمایا کہ ہم لوگ مارے ڈر کے خاموش تھے۔ پھر خواجہ صاحبؒ نے فرمایا کہ الحمد للہ اس ہنسنے کی حالت میں بھی میرا دل اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں تھا۔ جیسے چھوٹے بچے ابا کے سامنے ہنس رہے ہوں تو ابا خوش ہوتے ہیں اسی طرح اللہ والے جب ہنستے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان پر خوش ہو رہے ہیں کہ میرے بندے کیسا آپس میں ہنس رہے ہیں وہ ہنسنے میں بھی باخدا ہیں۔ پھر حضرت خواجہ صاحبؒ نے یہ شعر پڑھا اور اس کیفیت کو تعبیر کیا۔

ہنسی بھی ہے میرے لب پہ ہر دم اور آنکھ بھی میری تر نہیں ہے
مگر جو دل رو رہا ہے پیہم کسی کو اس کی خبر نہیں ہے

میں عرض کرتا ہوں کہ خوب ہنسو لیکن گناہ نہ کرو۔ جب کوئی حسین لڑکی سامنے

آئے تو نظر بچالو اور فوراً میرا یہ مصرع پڑھو۔

مع سڑنے والی لاشوں سے دل کا لگانا کیا

ایسی دنیا سے کیا دل لگانا

قبرستان میں یہ سڑیں گی یا نہیں اگر ان سڑنے والی لاشوں کے ڈسٹمپر اور رنگ و روغن پر ہم مریں گے تو اللہ سے محروم رہیں گے۔ سوچ لیجئے فائدہ کس میں ہے۔ ان عاجزوں اور مُردوں پر گدھ کی طرح کب تک پڑے رہو گے، کب تک ان مردہ لاشوں کو کھاتے رہو گے، کب بازِ شاہی بنو گے۔ ایسا نہ ہو کہ اچانک موت آجائے۔ پھر کفِ افسوس ملو گے اور پھر دوبارہ زندگی نہیں ملے گی۔ ولی اللہ بننے کے لیے اللہ دوبارہ حیات نہیں دے گا اب میرے تین جملے سن لیجئے: جس دُنیا سے ہمیشہ کے لیے جانا، اور پھر لوٹ کر کبھی نہ آنا، ایسی دُنیا سے دل کا کیا لگانا۔

یہ تین جملے ہدایت کے لیے کافی ہیں۔ اگر ولی اللہ بننا ہے تو اسی حیات میں بننا ہے۔ مرنے کے بعد کوئی دوبارہ نہیں آنے پائے گا۔ پھر قیامت تک حسرت و افسوس ہے اور میدانِ قیامت میں اگر خدانخواستہ فیصلہ سزا کا ہو گیا تو پھر کہاں ٹھکانہ ہے۔ اس کو سوچنا چاہیے۔

اب میں ان آیتوں کی تفسیر کرتا ہوں۔ یہ ماله وما علیہ تھا۔ غلہ بونے سے پہلے کھیت کی جتائی کی جاتی ہے، زمین ہموار کی جاتی ہے تب بیج ڈالتے ہیں۔ تفسیر مظہری سے یہ تفسیر پیش کروں گا۔ اس سے پہلے صاحب تفسیر مظہری قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں دو باتیں پیش کردوں۔ شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلویؒ فرماتے تھے کہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی اس دَور کے امام بیہقی ہیں۔ بس یہ تعریف کافی ہے اور ان کے پیر حضرت مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مجھ

سے پوچھے گا کہ اے مظہر جان جاناں میرے لیے کیا لایا تو میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی کو پیش کردوں گا کہ یا اللہ یہ میرا خلیفہ ہے، میں نے اس پر محنت کی ہے، یہ اللہ والا صاحبِ نسبت ہوچکا ہے، یہ تیرے لیے لایا ہوں۔ اللہ والوں کی کیا شان ہوتی ہے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی مجھ سے مرید ہوتا ہے اور اللہ اللہ کرتا ہے یہاں تک کہ صاحبِ نسبت ہوجاتا ہے تو بجائے اس کے کہ وہ مرید مجھ پر فدا ہو میرا جی چاہتا ہے کہ میں ہی اس پر فدا ہوجاؤں آہ! کیا شفقت ہوتی ہے اللہ والوں میں! فرماتے ہیں کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں خود اس پر فدا ہوجاؤں کہ وہ میری فیکٹری ہے میرا کارخانہ ہے میری نجات کا ذریعہ ہے، میرے لیے صدقہ جاریہ ہے۔

قرآن پاک سے مسائل تصوف کا استنباط

اب سنیے مسائل تصوف بزبان تفسیر مظہری، یہ تفسیر حضرت مظہر جان جاناںؒ کی نہیں ہے، قاضی ثناء اللہ صاحب کی لکھی ہوئی ہے لیکن اپنے شیخ کے نام سے منسوب کردی۔

ذکر اسم ذات کا ثبوت

حق تعالیٰ فرماتے ہیں وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ اپنے ربّ کا اسم مبارک لو۔ ربّ کا اسم مبارک کیا ہے؟ اللہ، فرماتے ہیں کہ اسم ذات کا ثبوت اسی آیت سے ہے۔ صوفیاء کا ذکر اللہ اللہ جو ہے اسی آیت سے ثابت ہے۔ حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بوادر النوادر میں لکھا ہے کہ صحابہ کے زمانہ میں ذکر کا ثبوت موجود ہے جب وہ قرآن پاک یاد کرتے تھے تو ایک ایک لفظ کا رسوخ و تکرار کرتے تھے۔ تکرار لفظ سے ذکر راسخ ہو جاتا تھا۔ وہ زمانہ تو عہد نبوت کا تھا۔ نبوت کی ایک نظر سے وہ صاحب نسبت ہوتے تھے اور نسبت بھی ایسی کہ قیامت تک آنے والا بڑے سے بڑا ولی ایک ادنیٰ صحابی

کے برابر نہیں ہو سکتا۔ اب زمانہ عہدِ نبوت سے بعد کا آ گیا لہٰذا صوفیائے نے یہ طریقہ نکالا کہ جیسے صحابہ ایک ایک لفظ کی تکرار کر کے قرآن یاد کرتے تھے۔ مثلاً اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ اسی طرح ہم بار بار اللہ اللہ کہتے ہیں تاکہ اللہ دل میں یاد ہو جائے یاد تو ہے لیکن دماغ میں ہے، دل میں جب اُترے گا جب بار بار ہم اللہ کہیں گے۔ ایک بزرگ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ بندوں سے یہ شکایت کرتے ہیں کہ۔

؎ مرا داری و لے برلب نہ در دل
بہ لب ایماں بہ دل ایماں نہ داری

مجھ کو تم اے مسلمانو! رکھتے تو ہو مگر ہونٹوں پر، دل میں نہیں رکھتے ہو۔

آثارِ نسبت مع اللہ

یہاں پر ایک بات بتاؤں کہ کسی مالدار کو دیکھ کر جو مولوی للچا جاتا ہے وہ صاحبِ نسبت نہیں ہے صاحبِ نسبت کی ایک علامت یہ ہے کہ وہ سارے عالم سے مستغنی ہو جاتا ہے، سلاطین کے تخت و تاج سے مالداروں کے مال و دولت سے، ساری کائنات سے، زمین و آسمان سے، سورج اور چاند سے بے نیاز ہو جاتا ہے کیوں کہ خالقِ آفتاب جس کے دل میں آتا ہے بے شمار آفتاب کے ساتھ آتا ہے، خالقِ ماہتاب جس کے دل میں آتا ہے بے شمار ماہتاب اس کے دل میں ہوتے ہیں۔ یہ سمندر اور پہاڑ کیا چیز ہیں اس کے مقابلہ میں۔ ایک اللہ والا جا رہا تھا۔ کسی نے کہا کہ میاں شاہ صاحب! آپ کے پاس کتنا سونا ہے۔ شاہوں کے پاس تو سونا ہونا چاہیے اور آپ شاہ کہلاتے ہیں تو اس بزرگ نے ہنس کر فرمایا۔

؎ بخانہ زر نمی دارم فقیرم

میرے گھر میں سونا نہیں ہے میں فقیر ہوں۔

ولے دارم خدائے زر آمیرم

لیکن میں زر کا خالق رکھتا ہوں، جو سونا پیدا کرتا ہے وہ میرے دل میں ہے بتلاؤ میرے برابر کون امیر ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے سلاطین مغلیہ کو خطاب کرکے فرمایا تھا کہ ولی اللہ اپنے سینہ میں ایک دل رکھتا ہے، اس دل میں اللہ تعالیٰ کی نسبت کے موتی ہیں، تعلق مع اللہ کی دولت ہے۔

دلے دارم جواہر پارۂ عشق است تحویلش
کہ دارد زیر گردوں میر سامانے کہ من دارم

آسمان کے نیچے کوئی مجھ سے بڑا رئیس ہو تو آجائے۔ سلاطین مغلیہ کو خطاب ہو رہا ہے۔ ان کو اللہ والے کہتے ہیں۔ یہ نہیں کہ کوئی سیٹھ آگیا تو مولوی صاحب اس کے پیچھے پھر رہے ہیں اور اس دن اشراق میں سبحان ربی الاعلیٰ سات مرتبہ کہہ رہے ہیں جب کہ روزانہ تین مرتبہ پڑھتے تھے یعنی چندہ گھسیٹنے کے لیے آج سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ سات مرتبہ پڑھا جا رہا ہے تا کہ وہ سیٹھ سمجھے کہ یہ بہت پہنچا ہوا شخص ہے، اس کو چندہ ذرا زیادہ دینا چاہیے۔ اس مکر و فریب سے اللہ خوب واقف ہے، کوئی بھی صاحب نسبت کبھی کسی مخلوق سے مرعوب نہیں ہو سکتا، نہ کسی کی دولت سے مرعوب ہو سکتا ہے لیکن اکرام کرے گا تا کہ شاید یہ اللہ والا ہو جائے مالداروں کو حقیر نہیں سمجھے گا ان پر بھی اس نیت سے محنت کرے گا کہ شاید وہ بھی اللہ والے بن جائیں۔

ذکر کے حکم میں صفتِ ربوبیت کے بیان کی حکمت

حضرت حکیم الامت

تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ میں رب کیوں فرمایا جب کہ وَاذْكُرِ اسْمَ اللہ بھی ہو سکتا تھا۔ بات یہ ہے کہ پالنے والے کی محبت

ہوتی ہے، پالنے والے کو آدمی محبت سے یاد کرتا ہے۔ بتایئے ماں باپ کی یاد میں مزہ آتا ہے یا نہیں۔ تو یہاں رب اس لیے نازل فرمایا کہ میرا نام محبت سے لینا۔ خشک ملّاؤں کی طرح میرا ذکر مت کرنا، عاشقانہ ذکر کرنا کہ میں تمہارا پالنے والا ہوں جس طرح اپنے ماں باپ کا محبت سے نام لیتے ہو، ماں باپ کا نام لے کر تمہاری آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں، کیا تمہارا اصلی پالنے والا میں نہیں ہوں؟ ماں باپ تو متولی تھے، تمہارا اصلی پالنے والا تو میں ہوں، رب العالمین ہوں۔ اس تربیت کی نسبت سے میرا نام محبت سے لینا۔

تبتل ویکسوئی کا ثبوت

آگے فرماتے ہیں۔ وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا اور غیر اللہ سے کٹ کر اللہ سے جڑ جاؤ یعنی اللہ کی طرف متوجہ رہو۔ غیر اللہ سے کٹنے اور کنارہ کش ہونے کا کیا مطلب ہے۔ کیا مخلوق کو چھوڑ کر جنگل میں نکل جاؤ؟ ہرگز نہیں مطلب یہ ہے کہ قلب کے اعتبار سے مخلوق سے کٹ جاؤ جسم بستی میں رہے، مخلوق خدا کے ساتھ ہو لیکن دل اللہ کے ساتھ ہو رہبانیت حرام ہے ایک تبتل شرعی ہے، ایک غیر شرعی ہے۔ تبتل غیر شرعی جوگیوں اور سادھوؤں کا ہندوستان کے پنڈتوں اور ہندوؤں کا ہے کہ بیوی بچوں کو چھوڑ کر جنگل میں نکل گئے، بدن پر راکھ مل لی درخت کے نیچے آنکھ بند کر کے بیٹھ گئے اور تبتل شرعی مسلمانوں کا ہے، اولیاء اللہ کا ہے، وہ کیا ہے کہ تعلقات دنیویہ پر علاقہ خداوندی غالب ہو جائے، دنیاوی تعلقات پر اللہ تعالیٰ کا تعلق اللہ کی محبت غالب ہو جائے، اس حقیقت کو جگر مرادآبادی نے یوں تعبیر کیا ہے۔

> میرا کمالِ عشق بس اتنا ہے اے جگرؔ
> وہ مجھ پہ چھا گئے میں زمانے پہ چھا گیا

حصولِ تبتل کا طریقہ

ان آیات کی تقدیم وتاخیر سے حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تصوف کا ایک مسئلہ بیان فرماتے ہیں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ بیٹی کی شادی ہوجائے، مکان بنالوں، تھوڑا سا کاروبار جمالوں، ذرا دنیوی فکروں سے چھوٹ جاؤں پھر میں اللہ والوں کے پاس جاؤنگا اللہ کی یاد میں لگ جاؤں گا اور بالکل صوفی بن جاؤں گا، حضرت فرماتے ہیں کہ آیت کی ترتیب بتارہی ہے کہ جس فکر میں ہو، جس حالت میں ہو فوراً اللہ تعالیٰ کا ذکر شروع کر دو۔ ذکر اللہ ہی کی برکت سے تم فکروں سے چھوٹو گے کیوں کہ جب سورج نکلے گا جب ہی رات بھاگے گی۔ غیر اللہ اور افکار دنیویہ جب ہی مغلوب ہوں گے جب اللہ تعالیٰ کو یاد کرو گے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ پہلے قلب کو یکسو کرو، پھر میرا نام لو بلکہ یہ فرمایا کہ پہلے میرا نام لو، میرے نام ہی کی برکت سے تم کو افکار وغم اور پریشانیوں سے نجات ملے گی اور یکسوئی حاصل ہو گی۔ اگر تبتل ذکر پر موقوف نہ ہوتا تو آیت کی تقدیم دوسرے اسلوب پر نازل ہوتی اور تَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا مقدم ہوتا وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ پر جس کے معنی یہ ہوتے کہ پہلے غیر اللہ سے یکسو ہوجاؤ پھر ہمارا نام لو لیکن وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ کی تقدیم بتا رہی ہے کہ تبتل اور یکسوئی ہمارے ذکر ہی پر موقوف ہے پہلے تم ہمارا نام لینا شروع کردو، ہمارے ذکر کی برکت سے تمہیں خود بخود یکسوئی حاصل ہوتی جائے گی اور غیر اللہ دل سے نکلتا چلا جائے گا۔

مثنوی میں تبتل کی عاشقانہ تمثیل

اس آیت کی تفسیر مولانا رومیؒ نے عجیب انداز سے فرمائی ہے۔ یہ عاشقوں کی تفسیر ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک دریا کے کنارے ایک شخص واجب الغسل کھڑا تھا جس کے بدن پر نجاست لگی ہوئی تھی۔ دریا نے کہا کہ کیا بات ہے، تو بہت دیر سے باہر کھڑا ہے کہا

کہ مارے شرم کے تیرے اندر نہیں آرہا ہوں کہ میں ناپاک ہوں اور تو پاک ہے۔ دریا نے کہا کہ تو قیامت تک ناپاک ہی کھڑا رہے گا۔ جس حالت میں ہے میرے اندر کود پڑ۔ تیرے جیسے لاکھوں یہاں پاک ہوتے رہتے ہیں اور میرا پانی پاک رہتا ہے لہٰذا اللہ کی یاد میں دیر مت کرو، کیسی ہی گندی حالت میں ہو اللہ کا نام لینا شروع کردو۔ ذکر کی برکت سے غیر اللہ کی نجاست چھوٹے گی۔

ذکر مشورہ سے کیجئے

لیکن کسی اللہ والے سے مشورہ کرکے ذکر کرو۔ جب حضرت حکیم الامتؒ نے یہ بات فرمائی تو خواجہ صاحبؒ نے ایک اشکال پیش کیا کہ حضرت یہ اللہ والوں کی قید آپ کیوں لگاتے ہیں۔ آدمی خود ہی ذکر کرلے کیا ذکر سے ہم اللہ تک نہیں پہنچ سکتے۔ اب حضرت حکیم الامتؒ کا جواب سنئے۔ فرمایا کہ بے شک اللہ کے ذکر ہی سے ہم اللہ تک پہنچیں گے۔ جس طرح کاٹتی تو تلوار ہی ہے مگر جب کسی سپاہی کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ کاٹے گی تو تلوار ہی، کاٹ تو تلوار ہی سے ہوگا لیکن شرط یہ ہے کہ کسی کے ہاتھ میں ہو۔ اسی طرح کام تو ذکر ہی سے بنے گا لیکن جب کسی اللہ والے کی راہنمائی اور مشورہ سے ہو۔ یہ مشورہ لینا انتہائی ضروری ہے ورنہ کتنے لوگ زیادہ ذکر کرکے نفسیاتی بیماری میں مبتلا ہوگئے، نیند کم ہوگئی، غصہ اور جھنجلاہٹ پیدا ہوگئی یہاں تک کہ بالکل پاگل ہوگئے۔ لوگوں نے سمجھا کہ مجذوب ہیں لیکن تھے پاگل ایسے پاگل دُنیا میں جتنے ہوئے ہیں جو بظاہر دیندار اور نیک صورت تھے یہ سب وہی لوگ ہیں جن کا کوئی مربی اور مشیر نہیں تھا۔ اللہ والوں کے مشوروں اور راہنمائی کے بغیر انہوں نے اپنی طاقت سے زیادہ ذکر کرلیا جس سے خشکی پیدا ہوگئی اور دماغ خراب ہوگیا اور جو لوگ کسی اللہ والے کو اپنا مصلح بناتے ہیں اور اس کی نگرانی اور مشورہ کے تحت ذکر کرتے ہیں تو وہ اللہ والا دیکھتا رہتا ہے کہ اس وقت ذکر کرنے والے کی کیا حالت ہے اس

حالت کے مطابق وہ ذکر کی تعداد کو کم و بیش کرتا رہتا ہے جیسے ڈرائیور دیکھتا رہتا ہے کہ اب انجن میں پانی نہیں ہے تو جلدی سے گاڑی روکے گا، پانی ڈالے گا جب انجن ٹھنڈا ہو جائے گا پھر چلائے گا۔ ایک شخص نے حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ حضرت مجھے حالتِ ذکر میں روشنی نظر آ رہی ہے۔ بتائیے وہ کس جواب کا انتظار کر رہے ہوں گے؟ یہی نا کہ اب خلافت آنے والی ہے، جلوہ نظر آ گیا اب خلافت کا حلوہ ملنا چاہیے لیکن حضرتؒ نے لکھا کہ یہ علامت یبوست اور خشکی کی ہے، آپ ذکر کو ملتوی کر دیں، تنہائی میں نہ رہیں، دوستوں میں ہنسیں بولیں، صبح کو ہوا خوری کریں، باغ میں جا کر گھاس پر ننگے پیر چلیں تاکہ شبنم کی تری سے دماغ کی خشکی ختم ہو اور ہنس کر فرمایا کہ اگر کوئی اناڑی پیر ہوتا تو ان کو خلافت لکھ دیتا۔

ایک شخص تھانہ بھون آیا۔ حضرتؒ نے اس کو کچھ ذکر بتا دیا۔ جب اللہ اللہ کرنے لگا تو سمجھا کہ میں تو شیخ المشائخ ہو گیا۔ اب ہر ایک کو ڈانٹ رہا ہے کہ اے میاں! تم نے لوٹا یہاں کیوں رکھ دیا اور تم یہاں کیوں بیٹھے ہو۔ حضرتؒ نے سن لیا۔ فرمایا کہ یہاں آؤ۔ کیا ان کے علاج کے لیے اشرف علی کافی نہیں ہے۔ یہ آپ کب سے ڈاکٹر بن گئے۔ آپ کے اندر تکبر آ گیا ہے۔ تم ذکر کے قابل نہیں ہو۔ حلوہ تب کھلایا جاتا ہے جب معدہ صحیح ہوتا ہے۔ اب تم ذکر کو ملتوی کرو۔ ترک کرو نہیں کہوں گا کیوں کہ اللہ کے نام کے ساتھ لفظ ترک لگانا بے ادبی ہے لہٰذا ملتوی کہہ رہا ہوں کہ فی الحال ذکر ملتوی کر دو اور وضو خانہ میں بلغم صاف کرو، نمازیوں کے جوتے سیدھے کرو، خانقاہ میں جھاڑو لگاؤ تاکہ تمہارے دماغ کا خناس نکلے، جب تک بڑائی نہیں نکلے گی، کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔

ایک عالم صاحب کے اخلاص کی حکایت

ایک عالم نے اپنے شیخ سے کہا کہ حضرت آج کل ذکر میں

مزہ نہیں آرہا۔ شیخ نے ان کی بول چال سے سمجھ لیا کہ ان کے اندر تکبر آ گیا ہے۔ اللہ والوں کو چال ڈھال سے بیماری کا پتہ چل جاتا ہے۔ فرمایا کہ مولانا! آج کل آپ کے اندر ایک شدید بیماری پیدا ہو گئی ہے لہٰذا اس کا علاج کرنا ہے۔ عرض کیا حضرت جو علاج بتائیں میں حاضر ہوں۔ تھے مخلص مگر شیطان نے دل میں بڑائی ڈال دی تھی۔ بڑائی آنے کے بعد اللہ کی رحمت سے دُور ہو گئے اور ذکر کا مزہ ختم۔ شیخ نے کہا کہ ایسا کرو، پانچ کلو اخروٹ لے آؤ اور ٹوکرا سر پر رکھ کر ایسے محلہ میں جاؤ جہاں بچے زیادہ ہوں اور وہاں جا کر اعلان کرو کہ جو بچہ میرے سر پر ایک دھپ لگائے گا، میں اس کو پانچ اخروٹ دوں گا۔ بس جیسے ہی مولانا پگڑی کے ساتھ بیٹھے تو پہلے ہی تھپڑ سے پگڑی وہاں گئی۔ اب دے دھڑا دھڑ دھپ پڑ رہے ہیں۔ بچوں کو تو مزہ آ گیا کہ پانچ اخروٹ بھی لو اور دھپ لگانے کا مزہ الگ۔ لہٰذا کود کود کر لگا رہے ہیں اور مولانا حکمِ شیخ پر سر جھکائے بیٹھے ہیں۔ آہ! کتنا مخلص تھا یہ شخص، آسمان پر فرشتوں میں بھی زلزلہ آ گیا ہوگا کہ اتنا بڑا عالم اور آج یوں اس کی پگڑی اچھل رہی ہے۔ اللہ کو پانے کے لیے اپنی ذلت گوارا کر رہا ہے۔ تھوڑی دیر میں ٹوکرا خالی ہو گیا اخروٹ سے اور کھوپڑا خالی ہو گیا تکبر سے۔ اس کے بعد جب آ کر انہوں نے اللہ کہا ہے تو زمین سے آسمان تک روشنی پھیل گئی، زمین سے آسمان تک شہد سے بھر گیا رگ رگ میں اللہ کے نام کی مٹھاس دوڑ گئی اور جا کر اپنے شیخ سے عرض کیا کہ جزاک اللہ کہ چشم باز کر دی۔ آپ کا احسان و کرم ہے کہ اتنا کڑوا کریلا نیم چڑھا تو آپ نے پلایا لیکن اللہ مل گیا۔

؎ جمادے چند دادم جاں خریدم
بحمد اللہ عجب ارزاں خریدم

اگر گناہوں کے کنکر پتھر چھوڑنے سے ہمیں اللہ ملتا ہے تو میرے پیارے دوستو!

سستا سودا ہے۔ گناہ تو کنکر پتھر ہیں، اگر ان کے چھوڑنے سے خدا ملتا ہے تو خوشی خوشی چھوڑ دینا چاہیے۔ بزرگ فرماتے ہیں کہ گناہوں کے چند کنکر پتھر چھوڑے اور ہمیں خُدا مل گیا۔ الحمدللہ بہت سستا پایا خدا کو۔ شاہ عبدالغنی صاحب نے فرمایا کہ ایک بزرگ نے پوچھا کہ اے اللہ آپ کی کیا قیمت ہے جو میں ادا کروں جس سے آپ مل جاتے ہیں آسمان سے آواز آئی کہ دونوں جہان قربان کر دے تو کیا کہتے ہیں۔

؎ قیمت خود ہر دو عالم گفتئی

اے اللہ! آپ نے اپنی قیمت دونوں جہاں فرمائی ہے۔

نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

آپ اپنا بھاؤ اور بڑھایئے۔ ابھی تو آپ سستے معلوم ہوتے ہیں آج ہم سے ذرا سی تکلیف نہیں اُٹھائی جاتی کہ نظر بچانے سے بہت تکلیف ہوتی ہے کیسے نظر بچائیں جب تکلیف نہیں اٹھائیں گے تو اللہ کیسے ملے گا۔ ارے یہ غم تو بڑی نعمت ہے قیامت کے دن کہہ تو سکو گے کہ اللہ! آپ کے راستے میں بڑا غم اٹھا کر آئے ہیں۔

مشاہدہ بقدرِ مجاہدہ

میں نے چند دن پہلے ایک مثال دی تھی، اب پھر سُنائے دیتا ہوں کہ ایک دوست آپ کے پاس آتا ہے اور آپ کے کچھ دشمن بھی ہیں جو آپ کے پاس آنے والوں کو چاقو مارتے ہیں۔ تو ایک دوست نے ایک چاقو بھی نہیں کھایا۔ دوسرے نے دس چاقو کھائے اور تیسرے نے پچاس کھائے۔ تینوں آپ کے پاس پہنچیں گے تو بتایئے آپ عشق میں کس کو زیادہ نمبر دیں گے؟ جو پچاس چاقو کھا کر آیا ہے۔ جس کو ایک چاقو بھی نہیں لگا وہ تو جنگل میں رہتا ہے جہاں عورتیں نظر نہیں آتیں۔ نظر بچانے کا کوئی مجاہدہ نہیں لہٰذا زخم ہی نہیں کھاتا اور جس کو دس چاقو لگے وہ کسی ایسی بستی صالحین میں رہتا ہے جہاں اکثر عورتیں برقعہ

میں رہتی ہیں اور تیسری ری یونین میں رہتا ہے جہاں عورتیں عریاں پھر رہی ہیں اس کو قدم قدم پر مجاہدہ ہے ہر نظر بچانے پر ایک زخم دل پر لگ جاتا ہے اس کو اللہ تک پہنچنے میں بچاس چاقو لگے ہیں۔ تو کیا اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین یہاں کے مسلمانوں کو ایسے ہی زخم خوردہ چھوڑ دیں گے اور اپنے قرب کی مٹھاس نہ چکھائیں گے میں کہتا ہوں کہ یہاں صرف نظر کی حفاظت کرلے ایمان کی وہ مٹھاس عطا فرمائیں گے جو اور جگہ ملنا مشکل ہے کیونکہ یہاں مجاہدہ زیادہ ہے تو مشاہدہ بھی اسی کے بقدر ہوگا۔ اگر یہاں ذرا ہمت سے کام لے تو آدمی زبردست ولی اللہ بن سکتا ہے یہاں کوئی اگر تہجد، اشراق، چاشت کچھ نہ پڑھے، صرف فرض واجب سُنت موکدہ ادا کرے اور نظر کی حفاظت کرے تو اولیا صدیقین میں شامل ہوسکتا ہے ایمان کی ایسی حلاوت عطا ہوگی کہ بڑے بڑے تہجد گزار اس کو نہیں پا سکتے۔

ہاں تو تبتل کی تفسیر عرض کر رہا تھا کہ غیر اللہ سے یک سُوئی جب ملے گی۔ جب اللہ ملے گا، ستارے جب معدوم ہوں گے جب سُورج نکلے گا، رات جب بھاگے گی جب آفتاب طلوع ہوگا۔ پہلے اللہ کو دل میں لاؤ، اللہ کا نام لینا شروع کردو غیر اللہ خود ہی دل سے نکل جائیگا اور آپ کا دل اللہ سے چپکتا چلا جائے گا جو خالقِ مقناطیس ہے جس کی پیدا کردہ مقناطیس سے آج دُنیا کا گولا فضاؤں میں پڑا ہوا ہے نیچے کوئی تھونی کھمبا نہیں ہے۔ جو اللہ اتنا مقناطیس پیدا کرسکتا ہے کہ دنیا کا اتنا بڑا گولا جس پر سمندر اور پہاڑ سب لدے ہوئے ہیں بغیر کسی سہارے کے فضاؤں میں معلق پڑا ہوا ہے اس اللہ کے نام میں کتنی چپک کتنا مقناطیس اور کتنی کشش ہوگی۔ آہ! اللہ کا نام لے کر تو دیکھو اپنی ذاتِ پاک سے ایسا چپکالیں گے کہ ساری دُنیا آپ کو ایک بال کے برابر الگ نہیں کرسکتی۔

مثنوی سے تبتل کی مزید وضاحت

اس تبتل اور یک سوئی کی تفسیر مولانا رومی نے ایک اور واقعہ میں عجیب انداز سے کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک مچھر نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں درخواست کی کہ حضرت یہ ہوا مجھ کو پیٹ نہیں بھرنے دیتی۔ جب بھوک میں کسی انسان کا میں خون چوستا ہوں تو ہوا آتی ہے اور میرے قدم اکھاڑ دیتی ہے اور مجھے میلوں بھگا دیتی ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اچھا آپ مدعی ہوگئے، اب میں مدعا علیہ کو بلا رہا ہوں کیوں کہ مقدمہ کے فیصلہ کے لیے دونوں کا حاضر ہونا ضروری ہے اور ہوا کو حکم دیا کہ اے ہوا آجا۔ مچھر کا تجھ پر دعویٰ ہے۔ ہوا جو آئی تو مچھر صاحب بھاگے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہنسی آگئی کہ اچھا مدعی ہے کہ مدعا علیہ کے آتے ہی بھاگ گیا۔ تھوڑی دیر میں ہوا کو حکم دیا کہ اچھا واپس جا اور پھر مچھر کو بلایا کہ تم کیوں بھاگے۔ کہا کہ یہی تو رونا ہے کہ جب یہ ظالم ہوا آتی ہے تو میرے پیر اکھڑ جاتے ہیں اور بغیر بھاگے نہیں بنتی۔

یہ واقعہ بیان کر کے مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ جب اللہ کا آفتاب دل میں آئے گا تو غیر اللہ کو بھاگنے کا راستہ نہیں ملے گا۔ نور کے آتے ہی ظلمت غائب ہو جائے گی بس اللہ کا نام لینا شروع کر دو۔ لیکن کسی اللہ والے کے مشورہ سے۔ مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نے فرمایا کہ جس کا کسی بزرگ سے تعلق نہ ہو اور پیر بناتے ہوئے اس کے نفس کو شرم آرہی ہو تو مشیر ہی بنا لے۔ مشیر کے معنی ہیں اللہ کے راستہ کا مشورہ دینے والا مشورہ سے بھی راستہ معلوم ہو جائے گا۔

اس آیت سے تصوف کے دو مسئلے ثابت ہو گئے۔ ذکر اسم ذات کا اور یکسوئی کا، آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ تم کو یکسوئی اس

لیے نہیں ہوتی کہ ذکر کے وقت تم کو دن کے کام یاد آتے ہیں کہ آج فلاں فلاں کام کرنا ہیں۔ جہاں تسبیح اٹھائی اور وسوسے شروع کہ ابھی دکان سے ڈبل روٹی اور انڈا لینا ہے۔ بس کے بعد رات کو جب اللہ کا نام لینے بیٹھے تو یاد آیا کہ یہ کام کرنا ہے، وہ کام کرنا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ہمارا نام لینے والو! میں مشرق کا رب ہوں تمہارا جو رب سورج کو نکال سکتا ہے اور دن پیدا کر سکتا ہے کیا وہ تمہارے دن کے کاموں کے لیے کافی نہیں ہو سکتا؟ کیا اسلوبِ بیان ہے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ کے کلام کی بلاغت کہ میں رب المشرق ہوں میں آفتاب نکالتا ہوں اور دن پیدا کرتا ہوں جو دن پیدا کر سکتا ہے وہ تمہارے دن کے کام نہیں بنا سکتا؛ دن پیدا کرنا زیادہ مشکل ہے یا پانچ کلو آٹا دینا مشکل ہے جس کی تمہیں فکر پڑی ہوئی ہے۔ ان وساوس کی طرف خیال نہ کرو جو شیطان تمہارے دلوں میں ڈالتا ہے۔ سوچ لو کہ ہمارا اللہ ہمارے دن بھر کے کاموں کے لیے کافی ہے اور جب رات میں وسوسہ آتے تو کہہ دو وہ رب المغرب بھی ہے۔ جو اللہ رات کو پیدا کر سکتا ہے وہ رات کے کاموں کے لیے بھی کافی ہے۔

ؔ تو لے اللہ کا نام

تیرا سب بنے گا کام

آگے ارشاد ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ غیر اللہ کو دل سے نکالو جتنا تمہارا لا الہ قوی ہوگا اتنا ہی تم کو اللہ ملتا چلا جائے گا۔

نکھرتا آرہا ہے رنگ گلشن

خس و خاشاک جلتے جا رہے ہیں

اللہ کی تجلی غیر اللہ سے پاکی۔

ذکر نفی واثبات کا ثبوت

تصوف میں دو اذکار ہیں۔ اسم ذات اور نفی واثبات۔ فرمایا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ جو ہے اس سے صوفیائے کے ذکر نفی واثبات کا ثبوت ملتا ہے۔ تفسیر مظہری دیکھ لیجئے آج میں تصوف کو تفسیروں کے حوالے سے پیش کر رہا ہوں تاکہ علماء یہ نہ سمجھیں کہ تصوف یوں ہی صوفیوں کا بنایا ہوا ہے۔ کمال ہے قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا جن کے لیے ان کے پیر نے کہا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو پیش کروں گا اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ؒ نے فرمایا کہ یہ شخص اپنے وقت کا امام بیہقی ہے وہ اپنی تفسیر میں تصوف کو قرآن پاک سے ثابت کر رہے ہیں۔ ذکر اسم ذات، تبتل یعنی غیر اللہ سے یکسوئی اور ذکر نفی واثبات تصوف کے یہ تین مسئلے ثابت ہو گئے۔

تصوف کے مسئلہ توکل کا ثبوت

آگے فرماتے ہیں فَاتَّخِذْہُ وَکِیْلًا جب میں اتنا بڑا رب ہوں کہ دن پیدا کر سکتا ہوں اور رات پیدا کر سکتا ہوں تو پھر تم دن رات کے کاموں کے بارے میں وسوسے کیوں لاتے ہو، تم مجھ کو یعنی اللہ کو اپنا وکیل بنا لو۔ مجھ سے زیادہ کون تمہارا وکیل اور کارساز ہو سکتا ہے۔ اس آیت سے چوتھا مسئلہ توکل کا ثابت ہو گیا جس کی صوفیاء تعلیم دیتے ہیں۔

سلوک کے مقامِ صبر کا ثبوت

اور اگلی آیت سے سلوک کا ایک بہت اہم مسئلہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ ثابت کرتے ہیں اور وہ ہے دشمنوں کے مظالم پر صبر کرنا۔ دنیا دار صوفیوں کا مذاق اڑاتے ہیں کہ دیکھو تسبیح لیے مکار لوگ جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ اور یہ لوگ جو جو باتیں کرتے ہیں ان پر صبر کرو۔ اسی طرح اللہ کے راستے میں

نفس و شیطان بھی ستاتے ہیں۔ کبھی شیطان کہے گا کہ فلاں گناہ کر لو اور کبھی نفس بھی ستائے گا اور بار بار تقاضا کرے گا کہ ارے یہ شکل بہت حسین ہے۔ اس کو دیکھ ہی لو بعد میں توبہ کر لینا۔ نفس و شیطان کے ورغلانے کے وقت بھی یہی آیت پڑھ دو:
وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ دشمن جو باتیں کررہے ہیں اُن پر صبر کرو۔

صبر کی تین قسمیں

اور صبر تین طریقہ سے ہوتا ہے اور صبر کے تین صلے آتے ہیں یعنی فی، عن اور علیٰ اَلصَّبر فی المصیبة ۔ مصیبت میں صبر کرو، اس وقت اللہ پر اعتراض نہ کرو بلکہ راضی برضا رہو اور الصبر عن المعصیة معصیت پر صبر کرو، گناہ کے کتنے ہی تقاضے ہوں لیکن اللہ کے راستہ پر جمے رہو اور الصبر علی الطاعة عبادت پر قائم رہو خواہ دل نہ چاہے اور عبادت میں مزہ نہ آئے لیکن معمولات نہ چھوڑو۔ یہ صبر کی تین قسمیں ہیں۔ تو باطنی دشمن یعنی نفس و شیطان جو کہیں اس پر بھی صبر کرو اور ان کے کہنے پر عمل نہ کرو۔ اسی طرح تمہارے ظاہری دشمن اور حاسدین تم پر اعتراض کریں گے کہ بڑے صوفی بن گئے گول ٹوپی لگائے پھرتے ہیں، تسبیح لے کر مخلوق کو دھوکہ دیتے ہیں۔ کسی کے اعتراض کا جواب نہ دو وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ انکی باتوں پر صبر کرو۔

ہجرانِ جمیل کا ثبوت

اور وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا اور خوبصورتی کے ساتھ ان سے الگ ہو جاؤ۔ الگ ہونا یہ ہے کہ کوئی تعلق نہ رکھو اور خوبصورتی سے یہ ہے کہ ان کی شکایت اور انتقام کی فکر میں نہ پڑو اور یہ آخری مسئلہ ہے تصوف کا ہجرانِ جمیل جس کو تفسیر مظہری میں اس آیت سے ثابت کیا گیا ہے۔

ہجرانِ جمیل کیا ہے

اور ہجران جمیل کی تفسیر مفسرین نے یہ کی ہے۔ اَلْهِجْرَانُ الْجَمِيلُ الَّذِي لَا شَكْوَى فِيهِ وَلَا انْتِقَامَ خوبصورتی کے ساتھ الگ ہونا یہ ہے جس میں شکایت نہ ہو اور انتقام کا ارادہ بھی نہ ہو کیوں کہ جس نے اپنے دشمن سے انتقام لیا وہ مخلوق میں پھنس گیا اور جو مخلوق میں پھنس گیا اس کو خالق کیسے ملے گا۔ اسی لیے علامہ ابو القاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ قشیریہ میں فرماتے ہیں اِنَّ الْوَلِيَّ لَا يَكُونُ مُنْتَقِمًا وَالْمُنْتَقِمُ لَا يَكُونُ وَلِيًّا کوئی ولی اللہ منتقم نہیں ہوتا اور کوئی منتقم ولی اللہ نہیں ہو سکتا حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کیا فرمایا تھا؟ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ تم پر آج کوئی الزام نہیں۔ ارے یہ تو شیطان نے ہمارے تمہارے درمیان فساد ڈلوا دیا تھا تم نے کوئی گڑبڑ تھوڑی کی تھی۔ آہ اپنے بھائیوں کی دلجوئی بھی کر رہے ہیں تاکہ ان کو ندامت بھی نہ رہے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دین کے خدام کو یہی اخلاق رکھنے چاہئیں ورنہ اگر بدلہ و انتقام کی فکر میں پڑے تو دل مخلوق میں پھنس جائے گا اور پھر دین کا کام نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے بیان القرآن کے حاشیہ میں مسائل السلوک کے تحت یہ مسئلہ بیان فرمایا کہ مَنْ يَنْظُرُ إِلَى مَجَارِي الْقَضَاءِ لَا يَفْنِي أَيَّامَهُ بِمُخَاصَمَةِ النَّاسِ جس شخص کی نظر مجاری قضا پر ہوتی ہے، مشیتِ الٰہیہ، اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر ہوتی ہے، وہ اپنی زندگی کے دنوں کو مخلوق کے جھگڑوں میں ضایع نہیں کرتا اور وہی کہتا ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ تم پر کوئی الزام نہیں کیوں کہ جانتے تھے کہ بغیر مشیت الٰہی کے یہ بھائی مجھے کنویں میں نہیں ڈال سکتے تھے۔

بھلا ان کا مُنہ تھا مرے مُنہ کو آتے
یہ دُشمن انہیں کے اُبھارے ہُوئے ہیں

دُنیا میں جو تکلیف بھی پہنچتی ہے سب میں ہماری تربیت اور ہمارا نفع ہے یہ سب اللہ تعالیٰ کے تکوینی راز ہیں۔ لہٰذا جس کی نظر اللہ پر ہوتی ہے وہ کہتا ہے کہ جاؤ میاں معاف کیا، مجھے اپنے اللہ کو یاد کرنا ہے، تمہارے چکر میں کیوں رہوں انکو معاف کیا اور دل کو اللہ کے ساتھ لگا دیا۔

دل کو اللہ کے لیے خالی کرلیا

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ تھانہ بھون سے گھر تشریف لے جا رہے تھے۔ مفتی شفیعؒ صاحب بھی ساتھ تھے۔ حضرت نے جیب سے کاغذ نکالا پنسل سے کچھ لکھا اور جیب میں رکھ لیا اور پوچھا کہ مفتی صاحب بتاؤ میں نے کیا کیا۔ عرض کیا کہ حضرت آپ نے کاغذ نکالا پنسل نکالی اور کچھ لکھ کر جیب میں رکھ لیا اور مجھے کچھ نہیں معلوم کہ کیا کیا۔ فرمایا کہ ایک کام یاد آگیا تھا۔ بار بار وسوسہ آرہا تھا کہ کہیں بھول نہ جاؤں کہیں بھول نہ جاؤں۔ دل اس میں مشغول ہو گیا تھا۔ میں نے اپنے دل کا بوجھ کاغذ پر رکھ کر دل کو پھر اللہ کے لیے خالی کرلیا۔ یہ ہیں اللہ والے جو دل کو اللہ کے سوا کسی چیز میں مشغول نہیں ہونے دیتے اور مخلوق کی خطاؤں کو معاف کر کے اپنے اللہ کے ساتھ مشغول ہو جاتے ہیں۔

البتہ ایسے لوگوں سے خوب صورتی کے ساتھ الگ ہو جاتے ہیں کہ نہ ان سے انتقام لیتے ہیں اور نہ ان کی شکایت و غیبت کرتے ہیں۔ جس کو اللہ سے تعلق ہوتا ہے اس کو اتنی فرصت کہاں کہ مخلوق میں الجھا رہے۔ وہ تو زیادہ سے زیادہ یہ دعا پڑھ لے گا جو حدیث پاک میں ہے کہ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ ثَارَنَا عَلٰی مَنْ ظَلَمَنَا (مشکوٰۃ صفحہ ۲۱۹) اے اللہ میری طرف سے آپ انتقام لیجئے جنہوں نے مجھ پر ظلم کیا۔ وہ تو اپنے معاملات

کو اللہ کے حوالے کر دے گا جیسے چھوٹا بچہ اپنے ابا سے کہہ دیتا ہے کہ ابا فلاں نے ہم کو طمانچہ مارا ہے۔ اس کے بعد اس کو فکر بھی نہیں ہوتی کہ ابا کیا کریں گے۔ اسے اعتماد ہوتا ہے کہ ابا اپنی شفقت و محبت کی وجہ سے ضرور کچھ کریں گے۔ اسی طرح آپ بھی اللہ سے کہہ کر بے فکر ہو جایئے۔ دو رکعات صلوٰۃ حاجت پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے درخواست لگا کر بے فکر ہو جایئے اور اللہ کے ذکر اور تلاوت اور دین کے کام میں لگ جایئے اس خیال کو بھی چھوڑ دیجئے کہ دیکھئے اللہ تعالیٰ اب کیا کرتے ہیں وہ ارحم الراحمین ہیں جو بات ہمارے لیے مفید ہوگی اس کا ظہور فرما دیں گے۔

تین دن سے زیادہ ترک کلام کی تفصیل

تو ہجران جمیل یہ ہے کہ موذیوں اور معاندین سے جدا ہو جاؤ مگر انتقام نہ لو، نہ شکایت کرو۔ تین دن سے زیادہ بولنا چھوڑ دینا جو حرام ہے، یہ ان کے لیے ہے جو معمولی دنیاوی باتیں ہو جاتی ہیں کہ شادی میں نہیں آئے، غمی میں نہیں آئے یا باتوں باتوں تکرار ہو گئی اور کوئی سخت جملہ زبان سے نکل گیا لیکن جو مسلسل ستا رہا ہو مستقل موذی ہو، جس کا مزاج ہی بچھو کی طرح ہو کہ جب آتا ہے فتنہ مچاتا ہے، بھائی بھائی کو لڑا دیتا ہے، کوئی ایسی بات کہہ جاتا ہے کہ اب میاں بیوی میں لڑائی ہو رہی ہے ایسے مفسدین کے لیے ملا علی قاری شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ ایسے شخص سے ہمیشہ کے لیے ترک تعلق جائز ہے چاہے وہ دینی ضرر پہنچا رہا ہو یا دنیا کا اور فرمایا کہ رُبَّ هَجْرٍ جَمِيلٍ خَيْرٌ مِّنْ مُخَالَطَةٍ مُؤْذِيَةٍ بعض جدائی موذی میل جول سے بہتر ہے یعنی ایسے شخص سے جدا ہو جانا اس میل جول سے بہتر ہے جو مستقل ایذا کا سبب ہے بعضے رشتہ والے سے مجھے یہی کرنا پڑا جتنا جھکتے جاؤ اتنا ہی اور ستاتا تھا۔ بعضوں کے مزاج میں ایسا فساد ہوتا ہے کہ ان کی اصلاح محال ہے جیسے کتے کی دُم کہ دس سال تک نلکی میں رکھو لیکن جب نکالو

گے تو ٹیڑھی ہی نکلے گی۔ پھر جب میں نے ملا علی قاریؒ کی یہ شرح دیکھی تو مفتی رشید احمد صاحب سے تصدیق کی۔ فرمایا کہ اس پر محدثین کا بھی اجماع ہے اور فقہاء کا بھی اجماع ہے اور حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب کو بھی لکھا۔ حضرت نے فرمایا کہ بہترین مشورہ ہے۔ آخر میں کئی سال کے بعد ان کو ہدایت ہوگئی اور معافی مانگ کر پھر آگئے البتہ ایسے معاملات میں پہلے اپنے بزرگوں سے مشورہ بھی کرلے تاکہ نفسانیت نہ ہو

اب دو مسئلے رہ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ مزمل کے شروع میں فرمایا یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۙ اے چادر میں لپٹنے والے۔ اس عنوانِ خطاب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ محبوبیت ظاہر ہوتی ہے۔ کفار کی باتوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوا جس کی وجہ سے آپ چادر میں لیٹ گئے جیسا کہ اکثر غم میں آدمی چادر اوڑھ کر لیٹ جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ ایک سنت یہ بھی ہے کہ غم میں بھی کبھی چادر اوڑھ کر لیٹ جائے۔ اگر لوگوں کے طنز و اعتراض سے یا گناہ چھوڑنے سے، کسی حسین کو نہ دیکھنے سے غم ہو تو چادر اوڑھ کر لیٹ جاؤ۔ چادر اوڑھنا بھی تو سنت ہے۔

قیامِ لیل کا ثبوت

اس آیت میں قیامِ لیل کا بیان ہے صوفیاء نے ہمیشہ نمازِ تہجد کا اہتمام کیا ہے۔ اب کیونکہ ضعف کا زمانہ آگیا۔ اب اکثر لوگوں سے تین بجے رات کو نہیں اٹھا جاتا۔ لہٰذا حکیم الامت مجدد الملت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے امداد الفتاویٰ میں اور علامہ ابن عابدینؒ نے شامی (جلد نمبر ا صفحہ ۵۰۶) میں فرمایا کہ جو شخص عشاء کی نماز کے چار فرض اور دو سنت پڑھ کر وتر سے پہلے چند نفل پڑھ لے تو یہ شخص بھی تہجد گزاروں کے ساتھ اٹھے گا۔ علامہ شامیؒ نے روایت نقل کی ہے وَمَا کَانَ بَعْدَ صَلٰوۃِ الْعِشَاءِ فَھُوَ مِنَ اللَّیْلِ (صفحہ ۵۰۶ جلد ا) لہٰذا علامہ شامیؒ فرماتے ہیں فَاِنَّ سُنَّۃَ التَّھَجُّدِ تَحْصُلُ بِالتَّنَفُّلِ بَعْدَ صَلٰوۃِ

الْعِشَاءِ قَبْلَ النَّوْمِ یعنی سنت تہجد کی حاصل ہو جائے گا اس شخص کو جو عشاء کی نماز کے بعد وتر سے پہلے چند نفل پڑھ لے اور ملا علی قاریؒ کا قول ہے لَیْسَ مِنَ الْکَامِلِیْنَ مَنْ لَّا یَقُوْمُ اللَّیْلَ (مرقاۃ صفحہ ۱۴۸ جلد ۳) جو قیام لیل نہیں کرتا وہ کاملین میں سے نہیں ہے اور علامہ شامیؒ لکھتے ہیں کہ کم سے کم دو رکعات تہجد بھی سُنت سے ثابت ہے لہٰذا سونے سے پہلے اگر دو رکعات پڑھ لی جائیں تو کاملین کی فہرست میں شامل ہونے کے قابل ہو جائیں۔ دو رکعات تو ہر شخص پڑھ سکتا ہے پھر اگر آدھی رات کے بعد آنکھ کھل جائے تو سُبحان اللہ کون منع کرتا ہے پھر کچھ نوافل پڑھ لیجئے۔ لیکن آج کل عام صحت کے حالات رات کے وقت اُٹھنے کے متحمل نہیں خصوصاً علم دین پڑھانے والوں کے لیے کہ دن بھر پڑھا کر دماغ پہلے ہی چورا ہو جاتا ہے لہٰذا ایسے کمزوروں کو چاہیے کہ وتر سے پہلے کم از کم دو رکعات پڑھ لیں توبہ کی نیت سے حاجت کی نیت سے اور تہجد کی نیت سے دو رکعت میں تین مزے لیجئے اور بعد میں دعا کر لیجئے کہ اے اللہ جب سے بالغ ہوا ہوں میری مستلذات محرمہ کو معاف فرما دیجئے اور میری ان خوشیوں کو معاف کر دیجئے جن سے آپ ناخوش ہوئے ہوں غرض میرے ہر گناہ کو معاف فرما دیجئے اور میری دُنیا و آخرت کی سب حاجتیں پوری کر دیجئے لیکن میری سب سے بڑی حاجت یہ ہے کہ آپ مجھے مل جائیے۔ آپ مجھ سے خوش ہو جائیے۔ آہ! اس سے بڑھ کر اور کیا حاجت ہو گی، اس سے بڑی ہماری اور کیا حاجت ہے کہ اے اللہ آپ ہم سے خوش ہو جائیے

کوئی تجھ سے کچھ کوئی کچھ مانگتا ہے
الٰہی میں تجھ سے طلب گار تیرا

یعنی اے اللہ میں آپ سے آپ ہی کو مانگ رہا ہوں۔ بتائیے کسی باپ کے

کئی بیٹے ہوں۔ ایک کہتا ہے کہ ابا مجھے اس پہاڑ پر ایک خوب صورت مکان بنوا دیجئے کوئی کہتا ہے کہ اپنی کار دے دیجئے، کسی نے کہا کہ مجھے اپنے جنرل سٹور کی دکان دے دیجئے اور ایک بیٹا کہتا ہے کہ ابا مجھے کچھ نہیں چاہیے مجھے تو آپ چاہیے ہیں آپ مجھ سے خوش ہو جائیے۔ میں آپ سے آپ کو مانگتا ہوں۔ بتائیے باپ کس سے زیادہ خوش ہو گا؟ اس سے ہی زیادہ خوش ہو گا جو صرف باپ کی رضا مانگ رہا ہے اور سب سے زیادہ اس کو ہی دے گا۔ پس رب العالمین بھی ان بندوں کو سب سے زیادہ دیں گے جو صرف اپنے رب کی خوشی مانگتے ہیں جو عاشق ذات حق ہیں، اللہ سے اللہ کو مانگتے ہیں۔ یہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے۔

کوئی تجھ سے کچھ کوئی کچھ مانگتا ہے
الٰہی میں تجھ سے طلب گار تیرا

غلاف کعبہ پکڑ کر حاجی صاحبؒ یہ دُعا کر رہے ہیں کہ اے اللہ میں آپ سے آپ کو مانگ رہا ہوں۔ کیا حوصلہ ہے، کیا بلندی عزائم ہے کیا بلندی فہم ہے، کیسا مبارک شخص ہے وہ جو تخت و تاج سے، چاند و سورج سے، زمین و آسمان کے خزانوں سے صرف نظر کر کے اللہ سے اللہ کو مانگتا ہے۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

؎ جو تو میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں میری
اگر اک تو نہیں میرا تو کوئی شے نہیں میری

تو اس سورۂ پاک کے شروع میں قیام لیل کا مسئلہ نازل فرمایا۔ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا سے معلوم ہوا کہ رات بھر مت جاگو ورنہ صحت خراب ہو جائے گی۔ جن صوفیوں نے جوش میں رات بھر جاگنا شروع کیا کچھ دن کے بعد سب ختم اور طَلَبُ الْكُلِّ فَوْتُ

الکل کا مصداق ہو گئے۔ سب چھوڑ چھاڑ دیا حتیٰ کہ فرض بھی نہیں پڑھتے۔

تلاوت قرآن کا ثبوت

اس کے بعد قرآن شریف کو ترتیل سے پڑھنے کا حکم نازل فرمایا وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا

اور قرآن کو خوب صاف صاف پڑھو اور ترتیل کی تعریف کیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ترتیل کی تفسیر منقول ہے تَجْوِيْدُ الْحُرُوْفِ وَمَعْرِفَةُ الْوُقُوْفِ کہ حروف بھی صحیح ہوں یعنی مخارج سے ادا ہوں اور کہاں سانس توڑیں اس کی معرفت ہو

منتہی کے اسباق کا ابتدا میں نازل ہونے کا راز

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قیام لیل اور تلاوت قرآن یہ دونوں کام منتہی کے اسباق ہیں۔ جتنے اولیاء اللہ ہیں آخر میں ان کو یہی دو شغف رہ جاتے ہیں: رات کو تہجد پڑھنا اور قرآن کی تلاوت کرنا۔ یہ دو اعمال منتہی کے سبق ہیں۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ سوال قائم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے منتہی کا سبق پہلے کیوں نازل فرمایا۔ دیکھئے پہلے موقوف علیہ پڑھاتے ہیں پھر بخاری شریف چلتی ہے لیکن یہاں معاملہ کیوں برعکس ہوا۔ قیام لیل اور تلاوت قرآن تو آخری سبق ہے اور ذکر اسم ذات اور نفی و اثبات مبتدی و متوسط کے اسباق ہیں۔ تو اعلیٰ مقام اور آخری درجہ کا سبق پہلے کیوں نازل فرمایا اس میں کیا راز ہے اس اشکال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ جن پر قرآن نازل ہو رہا تھا چونکہ وہ سید المنتہین تھے، سید الانبیاء تھے ان کے مقام نبوت کے علو و رفعت کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے پہلے منتہی کا سبق نازل فرمایا۔ اس کے بعد پھر عام امت کے لیے سبق نازل کیا۔ یہ ترتیب کا راز منکشف کیا علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے اُولٰٓئِكَ اٰبَآئِىْ فَجِئْنِىْ بِمِثْلِهِمْ بس مجلس ختم

حضرت جلال آبادی کے چند نصائح

(جامع عرض کرتا ہے کہ اس وقت ایک صاحب نے حضرت والا کو ایک مضمون بیان کرنے کے بارے میں یاد دلایا تو حضرت والا دامت برکاتہم نے فرمایا) ماشاء اللہ شاباش۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ مجھے یاد دلانا میں ان شاء اللہ تعالیٰ حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی تین نصیحتیں سناؤں گا۔ حضرت آج سے آٹھ نو سال پہلے میری خانقاہ میں تشریف لائے تھے اور دو گھنٹے بیان فرمایا تھا جس میں سے تین خاص باتیں سناتا ہوں۔

تکیہ رکھنے کی سنّت

میں نے تکیہ لا کر حضرت کے داہنی طرف رکھا تو فرمایا کہ بائیں طرف رکھو۔ تکیہ بائیں طرف رکھنا مسنون ہے۔

عرض الاعمال علی الاباء

اور فرمایا کہ جب کوئی سلسلہ میں داخل ہوتا ہے، کسی شیخ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے تو سلسلہ کے تمام بزرگانِ دین کی روحیں اس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہیں اور سب اس کے لیے دعا مانگتے ہیں۔ اگر یہ بات مولانا مسیح اللہ خان صاحبؒ بیان نہ کرتے، کوئی اور بیان کرتا تو اس پر یقین بھی نہ آتا لیکن مولانا جلیل القدر عالم اور جلیل القدر بزرگ ہیں انہوں نے فرمایا کہ سارے اولیاء کی دعائیں اور توجہات سلسلہ میں داخل ہونے والے کے ساتھ شامل ہو جاتی ہیں۔

اور اس کی دلیل جامع صغیر کی یہ روایت ہے۔

تُعْرَضُ الْاَعْمَالُ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَالْخَمِیْسِ عَلَی اللّٰہِ وَتُعْرَضُ عَلَی الْاَنْبِیَاءِ وَعَلَی الْاٰبَاءِ وَالْاُمَّھَاتِ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فَیَفْرَحُوْنَ بِحَسَنَاتِھِمْ وَتَزْدَادُ وُجُوْھُھُمْ بَیَاضًا وَاِشْرَاقًا فَاتَّقُوا اللّٰہَ

وَلَا تُؤْذُوا اَمْوَاتَکُمْ۔ (جامع الصغیر صفحہ ۱۳۰، جلد ۱)

اعمال پیش کیے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے دوشنبہ اور جمعرات کے دن اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور جملہ پیغمبروں اور آباء واجداد کے سامنے جمعہ کے دن۔ پس ان کی نیکیوں سے وہ خوش ہوتے ہیں اور ان کے چہرے خوشی سے دمکنے لگتے ہیں پس اللہ سے ڈرو اور اپنے مُردوں کو اپنی بداعمالیوں سے تکلیف نہ دو۔

اس حدیث سے یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ چاروں سلسلے کے اولیاء اللہ جو ہیں یہ یہ ہمارے روحانی باپ دادا ہیں عالم برزخ میں ان کو اطلاع ہو جاتی ہے کہ آج فلاں شخص داخل سلسلہ ہوا ہے تو وہ سب اس کے لیے دُعائیں مانگتے ہیں۔

اہلِ سلسلہ کے لیے بشارت

تیسری بات یہ فرمائی کہ ریل میں انجن سے فرسٹ کلاس کے ڈبے بھی لگے ہوتے ہیں جو نہایت شاندار ہوتے ہیں، سیٹیں بھی نہایت عمدہ ہوتی ہیں اور اسی ریل میں تھرڈ کلاس کے ڈبے بھی جڑے ہوتے ہیں جن کی سیٹیں بھی پھٹی ہوئی، اسکرو بھی ڈھیلے چوں چوں کی بھی آواز آرہی ہے، ہل بھی رہے ہیں لیکن اگر صحیح طرح ریل سے جُڑے ہُوتے ہیں تو جہاں فرسٹ کلاس کے ڈبے پہنچتے ہیں تھرڈ کلاس کے ڈبے بھی چوں چاں کرتے ہُوئے وہیں پہنچ جاتے ہیں۔ اسی طرح اللہ والوں سے جڑ جاؤ ان سے صحیح تعلق پیدا کرلو۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ اگر عمل میں ان جیسے نہ بھی ہو سکے کچھ کمی بھی رہی تو بھی ان شاء اللہ تعالیٰ اس تعلق کی برکت سے توبہ واستغفار وندامت کے سہارے ان کے ساتھ ہی محشور ہوں گے اور جنت تک پہنچیں گے۔ حضرت حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اللہ والوں سے تعلق رکھنے والا اگر

کامل نہ بھی ہو سکا تو تائب ضرور ہو جائے گا، اگر کاملین میں نہ اٹھایا گیا تو کم سے کم تائبین میں ضرور اٹھایا جائے گا۔ اگر زندگی بھر اصلاح نہ ہوئی لیکن مرنے سے کچھ پہلے ان بزرگوں کی برکت سے اللہ تعالیٰ اپنی محبت اور تعلق کو غالب کر کے اور غیر اللہ کے تعلق کو مغلوب کر کے اپنے پاس بلاتا ہے۔ اللہ والوں سے تعلق رکھنا ضایع نہیں جاتا۔ اس ملفوظ کو میں نے خود پڑھا ہے۔

ارشاداتِ اکابر دلائل کی روشنی میں

یہ چوں کہ حضرت حکیم الامتؒ اور مولانا مسیح اللہ خانؒ صاحب اور ہمارے تمام اکابر کی باتیں ہیں اس لیے ہمیں تو کسی دلیل کی حاجت نہیں ورنہ میں اپنے بزرگوں کے ارشادات کو مدلل پیش کر سکتا ہوں کہ اللہ والوں سے تعلق رکھنے والوں کو توفیق توبہ کیوں ہوتی ہے اور ان کا خاتمہ ایمان پر کیوں ہوتا ہے۔ کیونکہ کوئی آدمی ایسا ہو سکتا ہے جو کہہ دے کہ ہم ان بزرگوں کو نہیں مانتے ہمیں تو دلیل چاہیے اس لیے مولوی کو چاہیے کہ مدلل اسلحہ بھی رکھے تاکہ ایسوں کو معلوم ہو جائے کہ ہمارے بزرگوں کے ارشادات بے دلیل نہیں۔ لہٰذا میں کہتا ہوں کہ ہمارے اکابر کا یہ ارشاد کہ اللہ والوں سے تعلق و محبت رکھنے والا دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہو سکتا اور اس کا خاتمہ ایمان پر ہوتا ہے اس کی دلیل بخاری شریف میں موجود ہے۔

مَنْ اَحَبَّ عَبْدًا لَا یُحِبُّہٗ اِلَّا لِلّٰہِ (بخاری شریف صفحہ ۷ جلد ۱)

جو شخص کسی بندے سے اللہ کے لیے محبت رکھتا ہے اس کو ایمان کی مٹھاس ملے گی۔

اس حدیث کے تین جزء ہیں۔ ایک یہ کہ اس کا ایمان اتنا قوی ہو کہ اللہ و رسول سے بڑھ کر کسی سے محبت نہ ہو۔ دوسرا یہ کہ ایمان اس کو اتنا محبوب ہو کہ کفر کی طرف

لوٹنا اس کو ایسا ناپسند ہو جیسے آگ میں ڈالا جانا ناپسند ہوتا ہے اور تیسرا یہ کہ کسی سے صرف اللہ کے لیے محبت کرے۔ ان تینوں طبقوں کو از روئے حدیث حلاوتِ ایمانی ملے گی اور حلاوتِ ایمانی کی شرح میں ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں۔

وَقَدْ وَرَدَ اَنَّ حَلَاوَةَ الْاِیْمَانِ اِذَا دَخَلَتْ قَلْبًا لَا تَخْرُجُ مِنْهُ اَبَدًا فَفِیْهِ اِشَارَةٌ اِلٰی بَشَارَةِ حُسْنِ الْخَاتِمَةِ لَهٗ (مرقاۃ صفحہ۳، جلد۱)

حلاوتِ ایمانی جس دل کو اللہ دیتا ہے پھر کبھی واپس نہیں لیتا۔ عطیۂ شاہی ہے۔ شاہ کو غیرت آتی ہے کہ عطیہ دے کر واپس لے کیونکہ وہ کریم ہے۔ لہٰذا اس میں شخص کے لیے حسن خاتمہ کی بشارت ہے۔

اللہ والوں کی محبت سے حلاوتِ ایمانی ملی اور حلاوت ایمانی سے حسن خاتمہ ملا اور یہ سب احادیث کی شرح سے پیش کر رہا ہوں۔ ملا علی قاری نے لکھا ہے مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ میں دیکھ لیجئے۔ عربی عبارت تک پڑھتا ہوں تاکہ حضراتِ علماء کو مزید یقین آجائے۔

لِیَزْدَادُوْا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِهِمْ اَیْ لِیَزْدَادَ اِیْمَانُهُمُ الْاِسْتِدْلَالِیَّةُ الْعَقْلِیَّةُ الْمَوْرُوْثِیَّةُ بِالْاِیْمَانِ الْحَالِیَّةِ الْوِجْدَانِیَّةِ الذَّوْقِیَّةِ

بس اب دعا کرلیجئے

(جامع عرض کرتا ہے کہ اس مقام پر احقر نے عرض کیا کہ حضرتِ والا نے ذکرِ مثبت کی تشریح فرمائی تھی اور ذکرِ منفی کی تشریح کچھ باقی رہ گئی تھی تو فرمایا کہ) یاد کی دو قسمیں ہیں۔ نمبر ایک یادِ مثبت اور نمبر دو یادِ منفی۔ یادِ مثبت ہے امتثال اوامر اور یادِ منفی گناہ کو چھوڑنا ہے۔ حقیقی ذاکر وہ ہے جو ہر وقت کی عبادت اور احکام کو مان لے اور گناہ کے تقاضوں کو روک لے اور صبر کرے ورنہ جو عبادت کے گنے کا رس تو چوستا ہے لیکن گناہوں

کے جو گندے منہ کو لگے ہوئے ہیں ان کو نہیں چھوڑتا یہ حقیقت میں ذاکر نہیں کیونکہ گناہوں کے رس اور لذت کو چھوڑے بغیر اللہ نہیں ملتا۔ اسی لیے لاالٰہ مقدم ہے الا اللہ پر۔ الا اللہ ملنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے پہلے لاالٰہ نازل فرمایا کہ غیر اللہ سے جان چھڑاؤ اگر ہمیں حاصل کرنا چاہتے ہو تو مُردوں سے، مرنے والوں سے بچو تب زندہ حقیقی ملے گا

ترکِ گناہ کا آسان طریقہ

لیکن گناہ چھوڑنا جس کو مشکل معلوم ہو رہا ہو وہ کسی شیخ کی صحبت میں چالیس دن رہ لے انشاءَ اللہ تعالیٰ سب کام بن جائے گا۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو اپنے شیخ کے ساتھ چالیس دن رہ لے اس میں ایک حیاتِ ایمانی اور نسبت مع اللہ پیدا ہو جائے گی جیسے اکیس دن مُرغی کے پروں میں انڈا رہے تو اس میں جان آجاتی ہے یا نہیں ؟ پھر وہ خود چھلکا توڑ کر باہر آجاتا ہے۔ تو فرمایا کہ چالیس دن کسی اللہ والے کے پاس رہ لو لیکن اس طرح سے کہ خانقاہ سے باہر نہ جاؤ۔ حتیٰ کہ پان کھانے بھی نہ جاؤ، حدودِ خانقاہ میں پڑے رہو، ان شاء اللہ چالیس دن میں نسبت مع اللہ عطا ہو جائے گی اور یہ بھی فرمایا کہ قیامِ خانقاہ میں تسلسل بھی ضروری ہے۔ یہ نہیں کہ دس دن رہے پھر گھر چلے آئے اور پھر جا کر دس دن لگا دیئے۔ چار قسطوں میں چالیس دن پورے کیے۔ اس سے خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوگا۔ اگر مرغی اور انڈے میں اکیس دن کا تسلسل نہ ہو، کبھی مرغی کو ہش کر کے بھگا دیا یا انڈے کو مرغی کے نیچے سے نکال لیا اور دس گھنٹے کے بعد پھر رکھ دیا تو اس فصل سے اور تسلسل کی کمی سے انڈے میں جان نہیں آئے گی اور اس میں بچہ نہیں پیدا ہوگا۔ اسی طرح مسلسل چالیس دن شیخ کی صحبت میں رہے تو نفع کامل ہوگا۔

انوارِ یقین اہل اللہ کے قلوب سے ملتے ہیں

ایک شخص نے لکھا کہ حضرت کیا شیخ سے صرف خط و کتابت سے ہم ولی اللہ نہیں ہو سکتے۔ فرمایا کہ اگر بیوی لاہور میں اور شوہر کراچی میں ہے اور دونوں عمر بھر خط و کتابت کرتے رہیں تو کیا بچہ پیدا ہو گا؟ اصل میں شیخ کی خدمت میں جسم کے ساتھ حاضر رہنے سے شیخ کے قلب سے مرید کے قلب میں انوارِ یقین و انوارِ نسبت منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ کتابوں سے ہمیں شریعت کے کمیات ملتے ہیں یعنی مقادیرِ احکام شرعیہ کہ مغرب کی تین رکعات ہیں، عشاء کی چار، فجر کی دو ہیں وغیرہ لیکن کس کیفیت سے ہم نماز پڑھیں کس درد سے سُبحان ربی الاعلیٰ کہیں کس کیفیتِ ایمانی سے اللہ کا نام لیں یہ کیفیات ملتی ہیں اللہ والوں کے سینوں سے۔ کمیاتِ احکامِ شرعیہ کے ملتے ہیں کتابوں سے اور کیفیاتِ ایمانیہ ملتی ہیں اہل اللہ کے سینوں سے ان کے دل کا نورِ یقین ان کے پاس بیٹھنے والوں کے دلوں میں منتقل ہو جاتا ہے۔ اسی لیے حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ نے فرمایا کہ اے علماءِ دین! میرے علم میں جو برکت آپ دیکھ رہے ہیں یہ خالی کتب بینی سے نہیں حاصل ہوتی بلکہ قطب بینی سے حاصل ہوتی ہے میں نے کتب بینی کے ساتھ قطب بینی بھی کی ہے۔ میں نے شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کی زیارت کی، مولانا گنگوہی ؒ کی زیارت کی، مولانا یعقوب نانوتوی ؒ کی زیارت کی۔ یہ حضرات اپنے وقت کے قطب تھے۔ اگر آج بھی وہ علماءِ دین جن کا تعلق کسی سے نہ ہو اگر کسی اللہ والے سے جس سے مناسبت ہو تعلق قائم کر لیں تو زندگی کا مزہ آجائے۔

نفع کا مدار مناسبت پر ہے

لیکن مناسبت شرط ہے بدون مناسبت کے نفع نہیں ہوتا۔ خون اس کا چڑھواتے

ہیں جس سے خون کا گروپ ملتا ہو۔ جس سے مناسبت ہو اس کے پاس زندگی میں چالیس دن لگانا کیا مشکل ہے۔ اگر اصلاح ہو جائے اللہ مل جائے، جنت مل جائے تو ایسے چالیس دن کی کیا حقیقت ہے۔ سستا سودا ہے۔ آپ سے جو خطاب کر رہا ہے سولہ برس شاہ عبدالغنی صاحب کی خدمت میں رہا ہے۔ سترہ سال کی عمر میں بیعت ہوا۔ جوانی دے کر اور ایک عمر گزار کر اور اللہ والے کی خدمت میں رہنے کا مزہ چکھ کر کہہ رہا ہوں کیونکہ ایک آدمی اگر خود چکھے نہ ہو اور بیان کر رہا ہو، چکھنے کی تلقین کر رہا ہو تو دوسرے کو اعتراض کا حق ہوتا ہے لیکن الحمدللہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے بدون استحقاق ایک عمر شیخ کی خدمت میں رہنے کا موقع عطا فرمایا یہاں تک کہ شیخ کی رُوح نے میرے سامنے پرواز کی۔ میں نے دُعا بھی کی تھی کہ اے اللہ جب تک شیخ کی زندگی ہے کبھی مجھے شیخ سے جُدا نہ فرمائیے۔ اب بھی شیخ سے بے نیاز نہیں ہوں۔ فوراً حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم کو پیر بنایا، عجب و کبر وجاہ کے لیے شیخ کی ڈانٹ اکسیر ہوتی ہے اگر شیخ نہ ہو تو نہ معلوم کتنے مہلک امراض پیدا ہو جاتے ہیں اور مرید کو پتہ بھی نہیں چلتا، اللہ کا شکر ہے کہ آج بزرگوں کی دُعاؤں کے صدقہ میں یہ آپ لوگ میرے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔ بزرگوں کی نظر پڑی ہوتی ہے۔ ایک کتا دلی کی مسجد فتحپوری کے دروازہ پر بیٹھا ہوا تھا۔ شاہ ولی اللہ صاحب کے بیٹے تفسیر موضح القرآن کے مصنف شاہ عبدالقادر صاحبؒ کئی گھنٹے ذکر و عبادت و تلاوت کے بعد مسجد سے نکلے۔ قلب کا نور چھلک کر آنکھوں میں آ رہا تھا سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ۔ سیما کیا چیز ہے هُوَ نُوْرٌ يَظْهَرُ عَلَى الْعَابِدِيْنَ يَبْدُوْا مِنْ بَاطِنِهِمْ اِلٰى ظَاهِرِهِمْ دل کا نور آنکھوں میں آ گیا تھا۔ مسجد سے نکلے تو اس کتے پر نظر پڑ گئی۔ حاجی امداد اللہ صاحب کا ارشاد حکیم الامتؒ تھانوی نقل کرتے ہیں کہ وہ کتا جہاں جاتا تھا

دہلی کے سارے کتے اس کے سامنے ادب سے بیٹھ جاتے تھے گویا کتوں کا پیر بن گیا اس مقام پر حکیم الامتؒ نے آہ کی ہے۔ حسن العزیز میں ملفوظ ہے۔ فرمایا کہ ہائے جن کی نگاہوں سے جانور بھی محروم نہیں رہتے تو انسان کیسے محروم رہیں گے۔ یہ جوش میں آ کر آہ کر کے فرمایا دوستو حکیم الامت کی آہ کی تو ہمیں قدر کرنی چاہیے کس درد سے فرمایا کہ ہائے جن کی نگاہوں سے جانور بھی محروم نہیں رہتے تو انسان کیسے محروم رہیں گے

اہل اللہ کی قدر طالب خدا کو ہوتی ہے

ایک بات اور عرض کر دوں کہ ایک شخص ایک گاؤں میں گیا اس نے پوچھا کہ اس گاؤں میں ہلدی ہے۔ لوگوں نے کہا ہاں ہے۔ کہا یہاں ہلدی کا کیا بھاؤ ہے تو ایک بڈھے نے پوربی زبان میں کہا کہ ہلدی کا کوئی بھاؤ نہیں ہوتا جتنا چوٹ پرائے یعنی جتنا چوٹ میں درد ہوتا ہے اتنا ہی ہلدی کا بھاؤ ہوتا ہے درد زیادہ ہو تو ہلدی مہنگی درد نہ ہو تو ہلدی کی کیا قدر ہے۔ ایسے ہی اللہ والے اللہ کی محبت کی چوٹ رکھنے والے دلوں کے لیے مثل ہلدی کے ہیں لیکن چوٹ بھی تو ہو جس کے چوٹ ہی نہیں لگی جس کو اللہ کی طلب ہی نہیں ہے وہ ظالم کیا جانے کہ اللہ والے کیا ہیں جس کے قلب میں جتنی زیادہ اللہ کی محبت اور طلب اور پیاس ہوتی ہے اتنی ہی اہل اللہ کی قدر ہوتی ہے۔ منزل کی محبت رہبر کی محبت کے لیے مستلزم ہے اور منزل کی محبت جتنی کمزور ہوگی رہبر کی محبت بھی اتنی ہی کمزور ہوگی۔ جو عاشقِ منزل ہے وہ عاشقِ رہبر بھی ہوتا ہے اور جو منزل کا عاشق نہیں وہ رہبر کا عاشق بھی نہیں ہوتا۔ کہتا ہے کہ وہ بھی آدمی ہیں اور ہم بھی آدمی ہیں۔ ان کے بھی ایک ناک اور دو کان ہیں، ہمارے بھی ایک ناک اور دو کان ہیں۔ یعنی یک بینی و دو گوش یہ بھی بیٹھے ہیں اور ہم بھی۔ حضرت حاجی

صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جسے اللہ والے سے جتنا زیادہ حسن ظن ہوتا ہے، اتنا ہی زیادہ اللہ کا فضل اس پر مرتب ہوتا ہے اور کسی اللہ والے کو صرف اپنی نظر سے مت پہچانو۔ وقت کے اولیاء اللہ اور تربیت یافتہ علماء دین کی نظر سے پوچھو کر ان کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے کیوں کہ ہماری نظر کیا ہے بیمار کی نظر ہے۔

زندگی کا ویزا

عرض جلدی جلدی تیاری کر لیجئے۔ دوستو! آج کل ایمرجنسی ویزے آرہے ہیں۔ زندگی کی قدر کر لیجئے۔ دیکھئے مکہ شریف میں مولانا سعدی چائے پی رہے تھے، بالکل جوان، سب بال کالے کہ چائے کی پیالی ہاتھ سے گری اور ختم، زیادہ لمبے چوڑے منصوبے مت بنائیے کہ ابھی تو بہت عمر پڑی ہے ذرا دنیا بنالوں پھر آخرت کا دیکھا جائے گا۔ دوستو! یہ سب دھوکہ ہے زندگی کا ویزا نامعلوم المیعاد اور ناقابل توسیع ہے۔ اس لیے جلدی اللہ کی آغوش رحمت میں گرجائیے اللہ پر فدا ہونا بھی اللہ والوں سے آتا ہے اس لیے ہمارے تمام اکابر کا مشورہ ہے کہ جس کا تعلق کسی سے نہ ہو وہ کسی اللہ والے سے جس سے مناسبت ہو اصلاحی تعلق قائم کرے۔ مولانا نجم الحسن صاحب تھانوی جو حضرت تھانوی کے قریبی عزیز تھے اور صیانۃ المسلمین میں خواجہ صاحب کے اشعار خواجہ صاحب کے طرز میں سناتے تھے، کراچی آئے، رات کو کھانا کھا کے سو گئے۔ رات کو دو بجے دل میں درد ہوا اور تھوڑی دیر میں ختم ہو گئے۔ کیا پتہ تھا کہ یہ اتنی جلدی جانے والے ہیں اسی لیے کہتا ہوں۔

نہ جانے بلا لے پیا کس گھڑی
تو رہ جائے تکتی کھڑی کی کھڑی

(بیان کے بعد موسم اور زیادہ خوش گوار ہو گیا فضا ابر آلود ہو گئی اور بارش کی ہلکی ہلکی پھوار پڑ رہی تھی سامنے سبزہ سے لدے ہوئے فلک بوس پہاڑوں کا

سلسلہ نہایت خوش نما منظر پیش کر رہا تھا اس وقت یہ ارشاد فرمایا جو نقل کر رہا ہوں۔ جامع)

یَا جِبَالَ الْحَرَم یَا جِبَالَ الْحَرَم

ان رنگین پہاڑوں کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے جیسے دلہن سجی ہوئی ہے۔ ان کو دیکھ کر الحمد للہ حرم کے پہاڑوں کو یاد کرتا ہوں۔ دنیا کی رنگینیوں سے اختر اپنے بزرگوں کی جوتیوں کے صدقہ میں دھوکہ میں نہیں آتا۔ ان پہاڑوں کو دیکھ کر میں نے فوراً یہ شعر پڑھا جو میرا ہی ہے۔

میری نظروں میں تم ہو بڑے محترم
یا جبال الحرم یا جبال الحرم

اے حرم کے پہاڑو! خدائے تعالیٰ نے اپنے بیت اللہ کے لیے تمہیں اپنا پڑوسی بنایا ہے۔ تم سے بڑھ کر کون ہو سکتا ہے۔ تم کو دیکھ کر تجلی کعبہ یاد آتی ہے، کعبہ والا یاد آتا ہے اور ان رنگین پہاڑوں کو دیکھ کر دل ان میں پھنس جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حرم کے پہاڑوں کو چٹیل رکھا تاکہ میرے حاجیوں کا دل کہیں پہاڑوں کی رنگینیوں میں پھنس جائے تاکہ طواف کرتے رہیں، ملتزم سے چپکے رہیں ورنہ کیمرہ لیے ہوئے رنگین پہاڑوں سے چپکے رہتے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا تکوینی راز ہے جو اللہ تعالیٰ نے مکہ شریف میں میرے دل ہی ڈالا اور افریقہ کے پہاڑوں پر بھی کہا کہ یہ کتنے ہی خوشنما ہوں مگر مجھے تو اللہ کے گھر کے پہاڑ یاد آ رہے ہیں کیوں کہ ان کو دیکھ کر اللہ یاد آتا ہے اور ان کو دیکھ کر دل دنیا کی رنگینیوں میں پھنس جاتا ہے اور یہاں کا فرسیاح پہنچتے ہیں اور اُن پہاڑوں پر کوئی کافر نہیں جا سکتا۔ اللہ نے ان کو اپنے دوستوں کے لیے رکھا ہے۔ پس جو پہاڑ منظور نظر انبیاء ہیں، جو پہاڑ منظور نظر اولیاء ہیں ان کو یہ ظالم کیا پا سکتے ہیں جہاں کافر زنا کرتے ہیں اور شراب پیتے ہیں۔ ان کی پستیاں بھلا کیا پا سکتی ہیں ان عظمتوں کو جہاں

جغرافیائی اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے اپنا گھر بنایا ہے اور ہر شخص جو اپنا گھر بناتا ہے سب سے اچھی جگہ بناتا ہے۔ تو سمجھ لیجئے اللہ تعالیٰ نے اپنا گھر جس جگہ بنایا اس سے بہتر کون سی جگہ ہوگی۔ لہٰذا سب سے بہتر وہ ماحول، وہ جغرافیہ وہ جگہ ہے جہاں اللہ نے اپنا گھر بنایا ہے۔ اس سے بہتر دنیا میں کوئی جغرافیہ نہیں ہو سکتا۔

ہجرت کا تکوینی راز

ایک اور دوسرا مضمون مکہ شریف میں اللہ تعالیٰ نے مجھ سے بیان کرا دیا تھا جس پر مدرسہ صولتیہ کے مہتمم مولانا شمیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ پھڑک اٹھے تھے۔ میں نے عرض کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہیں۔ اگر چاہتے تو اپنے نبی کو ہجرت پر مجبور نہ ہونے دیتے۔ سارے ابوجہل و ابولہب کے لیے ایک فرشتہ بھیج دیتے جو سب کی گردن دبا دیتا لیکن ایک تکوینی راز سے اپنے نبی کو اللہ نے مدینہ پاک میں رکھا تا کہ حاجی حج کرنے جب بیت اللہ آئیں تو اللہ پر فدا رہیں اور جب مدینہ پاک جائیں تو روضہ مبارک پر رسول اللہ پر فدا رہیں۔ اگر روضہ مبارک مکہ میں ہوتا تو دلوں کے دو ٹکڑے ہو جاتے۔ طواف کرتے ہوتے دل چاہتا کہ روضہ مبارک پر صلوٰۃ و سلام پڑھتے اور صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہوئے دل چاہتا کہ طواف کرتے، ملتزم پر ہوتے بس اللہ تعالیٰ نے ہمارے دلوں کو پاش پاش ہونے سے بچا لیا کہ جب بیت اللہ میں رہو تو خدا پر فدا رہو اور جب مدینہ میں رہو تو رسول خدا پر فدا رہو اور صلوٰۃ و سلام پڑھتے رہو۔ مولانا شمیم نے کہا کہ یہ مضمون جلدی نوٹ کرو آج زندگی میں پہلی دفعہ سن رہا ہوں۔ اس سے پہلے نہ کسی کتاب میں دیکھا نہ کسی سے سنا۔ میں نے کہا کہ یہ اللہ والوں کی جوتیوں کا صدقہ ہے۔ اختر کا کوئی کمال نہیں۔ بزرگوں کی دعائیں لگی ہیں، ان کی نظریں پڑی ہوئی ہیں۔ اگر کتے پر اللہ والوں کی نظر سے اثر ہو سکتا ہے تو اختر پر تو الحمد للہ بہت زیادہ اللہ والوں کی نظریں پڑی ہیں۔

دُعا

اب دُعا کرلیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی محبتِ کاملہ عطا فرمائے
یا اللہ! آپ کا نام بہت بڑا نام ہے۔ جتنا بڑا آپ کا نام ہے ہم
سب پر اتنی رحمت فرما دیجئے۔ ہماری دُنیا بھی بنا دیجئے۔ آخرت بھی بنا دیجئے اور ہم
سب کو، ہماری اولاد کو ہمارے رشتہ داروں کو اللہ والا بنا دیجئے صاحبِ نسبت بنا
دیجئے۔ جو صاحبِ نسبت نہ ہو اس کو نسبت عطا فرما دیجئے۔ جس کی نسبت ضعیف ہو
اس کی قوی فرما دیجئے جس کی قوی ہو اس کی اقویٰ فرما دیجئے۔ ہم کو اور ہماری اولاد کو ہمارے
خاندان کو اور ہمارے رشتہ داروں کو، ہم سب کو اولیاء صدیقین کی آخری سرحد تک
پہنچا دیجئے اور ہمارے گناہوں کو معاف فرما دیجئے۔ اے اللہ پہاڑوں کے دامن میں
آپ کا جو کچھ نام لیا گیا اس کو قبول فرمائیے اور پہاڑوں کے ذرہ ذرہ کو اور پیڑوں کو اور
تنکوں کو قیامت کے دن گواہ بنائیے۔ ہمارے ذکر کو قبول فرمائیے۔ ہم میں سے کسی
کو محروم نہ فرمائیے۔ اختر کو اور جتنے حاضرین ہیں علماء کرام اور غیر علماء کرام سب کو صاحب
نسبت بنا دیجئے اور اولیاء صدیقین کی جو آخری سرحد ہے جس کے آگے نبوت شروع
ہوتی ہے اور نبوت اب ختم ہو چکی آپ ہمیں اپنے اولیاء کے آخری اور منتہائے مقام
تک اپنی رحمت سے پہنچا دیجئے کیوں کہ آپ کریم ہیں اور کریم کے معنی ہیں اَلَّذِیْ
یُعْطِیْ بِدُوْنِ الْاِسْتِحْقَاقِ وَالْمِنَّۃِ کریم وہ ہے جو نالائقوں پر فضل کر دے اے
اللہ مولانا رومی نے آپ کی شان میں فرمایا ہے۔

اے ز تو کس گشتہ جانِ ناکساں
دستِ فضلِ تست در جانہا رساں

اے اللہ بہت سے نالائق لوگ آپ کی رحمت سے لائق بن گئے، کتنے گنہگار
آپ کی رحمت سے ولی اللہ ہو گئے۔ ہماری نالائقیوں پر رحم فرمائیے اور توبہ کی توفیق

عطا فرمائیے اور ہم سب کو اللہ والی زندگی، اپنے دوستوں کی حیات نصیب فرمائیے ایک سانس ہم آپ سے غفلت میں گذارنے سے پناہ چاہتے ہیں اے خدا ہمیں ایسا ایمان ویقین، ایسا خوف، ایسی خشیت ایسی محبت کاملہ عطا فرما کہ ہماری زندگی کی ہر سانس آپ پر فدا ہو جائے اور ایک سانس بھی ہم آپ کو ناراض نہ کریں۔

اے اللہ! ری یونین کی سرزمین پر ہمارے بزرگوں کی ایک خانقاہ بھی بنوا دیجئے اس بے پردگی وعریانیوں کے ماحول میں بہت سے اولیاء اللہ پیدا فرمائیے جو مسلمانوں کی راہنمائی کرسکیں اور ان مرنے والی اور سڑنے والی لاشوں کے خبیث ذوق اور خبیث محبتوں سے ہمارے قلوب کو پاک فرما دیجئے۔ اے اللہ اے خالق جنت اے خالق لیلائے کائنات اے مولائے کائنات ہمیں دنیا کی لیلائے کائنات سے بے نیاز فرما دیجئے۔ اپنے قرب کی تجلیات میں ہم کو مشغول فرما اور ان مُردوں کے چکر سے ہم کو نجات دے اور ہمارے دلوں کو غیر اللہ کی نجاستوں سے پاک فرما اور ہم سب کو ذاکر شاغل بنا دے۔ اللہ اس تھوڑے سے وقت میں جو ہم نہیں مانگ سکے بغیر مانگے آپ سب کچھ عطا فرما دیجئے۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَأَلَكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ بِاَنَّ لَكَ الْحَمْدَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْمَنَّانُ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ بِحَقِّ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِيْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا

اَحَدُ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ مَلِيْكٌ مُقْتَدِرٌ مَا تَشَاءُ مِنْ اَمْرٍ يَكُوْنُ اَسْعِدْنَا
فِي الدَّارَيْنِ وَكُنْ لَنَا وَلَا تَكُنْ عَلَيْنَا وَانْصُرْنَا عَلٰى مَنْ بَغٰى عَلَيْنَا وَ
اَعِذْنَا مِنْ هَمِّ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَاءِ وَصَلِّ وَسَلِّمْ
يَارَبِّ عَلٰى نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ
رَبِّ الْعَالَمِيْنَ يَارَجَاءَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَا تَقْطَعْ رَجَاءَنَا يَا غِيَاثَ الْمُسْتَغِيْثِيْنَ
اَغِثْنَا يَا مُعِيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِنَّا يَا مُحِبَّ التَّوَّابِيْنَ تُبْ عَلَيْنَا۔

اے اللہ آپ ایمان والوں کی آخری امید ہیں۔ اگر آپ نے ہماری امیدیں منقطع فرمائیں تو کون ہے جو ہماری امیدوں کو پورا کرے گا۔ اے اللہ ہمیں نفس و شیطان کی غلامی سے نکال کر سو فیصد اپنی غلامی کا شرف عطا فرمایئے اور ہمیں حیات اولیاء سے مشرف فرمایئے یا اللہ اس اجتماع کو قبول فرما، اس مکان کو قبول فرما اجتماع کرنیوالوں اور انتظام کرنیوالوں کو قبول فرما۔ حاضرین کرام کو قبول فرما سنانے والے کو قبول فرما سننے والوں کو قبول فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ
مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

اَلنَّظَرُ سَهْمٌ مِّنْ سِهَامِ اِبْلِيْسَ

نظر ابلیس کے تیروں میں سے ایک تیر ہے

یا جبال الحرم یا جبال الحرم

میری نظروں میں تم ہو بڑے محترم
یا جبال الحرم یا جبال الحرم

یہ دُعائے حرم لذّتِ مُلتزم
ہو عطا سب کو یہ نعمتِ مغتنم

اے خُدا ہے فقط آپ کا یہ کرم
کر رہے ہیں جو ہم سب طوافِ حرم

آگیا سامنے روضۂ محترم
جس کی زیارت کو یارب ترستے تھے ہم

رحمتِ دو جہاں کا ہے فیضِ اتم
جن کے صدقے میں مسلم و مومن ہیں ہم

آپ ہی کے شرف سے یہ رُتبہ ملا
اُمّتِ مسلمہ ہے جو خیر الامم

ہیں سلاطینِ عالم بھی احرام میں
بن کے حاضر ہوئے ہیں گدائے حرم

میرے مالک یہ اختر کی سُن لے دُعا
ہو مقدر میں ہر سال دیدِ حرم